انگوٹھے چومنے کی حدیث

مؤلف: خلیل احمد رانا

اس کتاب میں

انگوٹھے چومنے کا ثبوت احادیث سے

ضعیف حدیث کا مطلب

انگوٹھے چومنے کا ثبوت مخالفین کے قلم سے

مذہبی خودکشی

انگوٹھے چومنے پر اعتراضات کے جوابات

Copy Right © - IslamiEducation.com

الحمد للہ رب العلٰین ط والصلوٰۃ والسلام علٰی سید المرسلین ط

اما بعد فاَعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ط بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

انگوٹھے چومنے کی حدیث

مؤلف۔ خلیل احمد رانا

جے لکھ واری عطر گلابوں دھوئیے نت زباناں

نام اُنہاں دے لائق ناہیں، کی قلمے دا کاناں

ترجمہ۔ اگر ہمیشہ لاکھ مرتبہ بھی عطر گلاب سے زبان دھوئی جائے، پھر بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لینے کے لائق نہیں اور سرکنڈے کے کانے کی قلم کی تو حیثیت ہی کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ عزوجل نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا !

وَتُعَزِّ رُوْ ہُ وَ تُوَقِّرُ وْ ہُ ۔ (القرآن:۴۸:۹) ترجمہ۔ اور (رسول) کی تعظیم وتوقیر کرو۔

اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا کہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خوب تعظیم وتوقیر کریں۔ ''تعزروہ'' کا معنی ہے خوب تعظیم کرو یعنی نہ صرف تعظیم بلکہ خوب تعظیم، جس کا مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم میں مبالغہ کرو، اور یہ مبالغہ بھی محض ہماری نسبت سے ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر میں جس طرح بھی مبالغہ کریں، ہمارا مبالغہ اس شان کی نسبت سے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بخشی ہے، تقصیر وکوتاہی ہی ہے، چنانچہ حافظ الحدیث امام قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ الیحصبی مالکی اُندلسی (اسپین، یورپ) رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۵۴۴ھ/ ۱۱۴۹ء) اپنی کتاب ''الشفاء'' کے تیسرے باب میں فرماتے ہیں!

قال المبرد تعزروہ تبالغوافی تعظیم (اندلسی، قاضی عیاض بن موسیٰ، الشفاء بتعریف حقوق المصطفےٰ [ج ۲]: ملتان، عبدالتواب اکیڈمی، س ن، ص ۲۸)

ترجمہ۔ امام مبرد نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان تعزروہ کا معنی یہ ہے کہ لوگو تم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں مبالغہ کرو۔

محدث امام احمد بن حجر الھیتمی المکی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی۔ ۹۷۴/۱۵۶۶ء) اپنی کتاب الجوھر المنظم میں فرماتے ہیں!

''ومن بالغ فی تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم بانواع التعظیم ولم یبلغ بہ ما یختص بالباری سبحانہ وتعالیٰ فقد اصاب الحق وحافظ علی جانب الربوبیۃ والرسالۃ جمعیا وذلک ھو القول الذی لاافراط فیہ ولاتفریط'' (الھیتمی المکی، امام احمد بن حجر، جوھر المنظم: قاہرہ، مطبع خیریہ ، ۱۳۳۱ھ، ص ۱۲)

ترجمہ۔ اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں ہر اس طریقہ سے مبالغہ کیا جس سے تعظیم بلند ہو اور یہ مبالغہ ذات باری تک نہ لے جائے تو وہ حق تک پہنچا اور اس نے اللہ کی ربوبیت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی حدوں کی پاسداری کی اور یہ وہ قول ہے جو کہ افراط وتفریط سے پاک ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

یہاں ایک شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم میں مبالغہ کرنا جائز ہے تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے نہ بڑھاؤ جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کو بڑھایا، میں اللہ کا صرف عبد ہوں، لہٰذا تم مجھے عبداللہ ورسولہ کہو۔

غزالئ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (۱۹۱۳-۱۹۸۶ء) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں!

"یہ حدیث صحیحین (بخاری ومسلم) کی متفق علیہ ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ مجھے الوہیت اور معبودیت کے درجہ تک نہ بڑھاؤ، جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہہ کر انہیں اِلٰہ اور معبود بنایا اور مقام عبدیت ورسالت سے بڑھا کر معبودیت اور الوہیت تک پہنچا دیا۔

جو لوگ اس حدیث کو پڑھ کر رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رسالت اور کمال عبدیت بیان کرنے سے روکتے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہئیے کہ شان رسالت اور کمال عبدیت کے مقام پر اور مرتبہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں مبالغہ ممکن نہیں، اس لئے کہ عبدیت ورسالت کا کوئی کمال ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا نہ فرمادیا ہو، نیز یہ کہ اس مقام عبدیت ورسالت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کوئی حد نہیں نہ اس میں زیادتی اور مبالغہ متصور ہے، البتہ الوہیت اور معبودیت کی صفت اگر کوئی شخص معاذ اللہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ثابت کرے تو یقیناً اس نے مبالغہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حد سے بڑھایا، لیکن کسی مسلمان کے حق میں یہ گمان کرنا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو الوہیت اور معبودیت کے درجہ تک پہنچایا ہے، بڑا جرم اور گناہ عظیم ہے، کوئی مسلمان جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اپنی زبان سے پڑھتا ہو اور دل سے اس کا یقین رکھتا ہو اس کے حق میں ان کا گمان شدید قسم کی سوءظنی ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ان بعض الظن اِثمٌ" یعنی بعض ظن گناہ ہوتے ہیں، مختصر یہ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس بیان کرنے میں مبالغہ ممکن نہیں بجز اس کے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے الوہیت ثابت کی جائے اور اس حدیث میں خود اس کی تصریح موجود ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ" (الحدیث) یعنی مجھے ایسا نہ بڑھاؤ جیسا نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھایا۔

ظاہر ہے کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اِلٰہ مانا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"واذقال اللہ یعیسیٰ ءَانت قلت للناس اتخذونی وامی اِلٰھین من دونِ اللہ"۔ ثابت ہوا کہ حدیث مبارک میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اِلٰہ ماننے کی نہی وارد ہے، یہ نہیں کہ ماسوائے الوہیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان تسلیم کرنے سے منع کیا گیا ہو، حاشا وکلا ایسا ہرگز نہیں، بلکہ ہر وہ خوبی اور کمال جو الوہیت کے ماسویٰ ہے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثابت ومحقق ہے، حضرت شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ (۹۵۸-۱۰۵۲ھ/ ۱۵۵۱-۱۶۴۲ء) اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے اشعتہ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں!

(فارسی سے ترجمہ) "پس مجھے خدا کا بندہ اور اس کا رسول کہو، مقام عبدیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقام خاص اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت مخصوصہ ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبد حقیقی ہیں اور اس وصف عبدیت میں سب سے زیادہ اتم واکمل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمال مدح اور علو مقام اسی صفتِ عبدیت کی طرف اسناد کرنے میں ہیں، حد سے بڑھانا اور مبالغہ کرنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدح شریف میں راہ نہیں پاتا، جس صفتِ کمال کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اثبات کریں اور جس کمال وخوبی کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کریں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ سے قاصر ہے، بجز اثبات صفتِ الوہیت کے کہ وہ درست نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ان کی حقیقت جانتا ہے نہ ان کی تعریف کر سکتا ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حقیقت میں جیسے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، جیسا کہ خدا تعالیٰ کو ان کی طرح کوئی نہیں پہچانتا۔"

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان سے واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح میں جو کمالات اور خوبیاں بیان کی جائیں وہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبہ سے قاصر ہیں اور کسی قسم کے اطراء ومبالغہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف میں راہ نہیں ملتی، بجز اثبات الوہیت کے، اور یہ امر ظاہر ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو روحانی طور پر حاضر ناظر سمجھنا، ابتداء آفرینش خلق سے دخول جنت ونار تک جمیع ما کان وما یکون کے علم کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم ماننا، نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نور کہنا، اسی طرح خزائن الٰہیہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست کرم میں بعطاء الٰہی تسلیم کرنا، علیٰ ہذا القیاس جس قدر صفات وکمالات تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے اہل سنت قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت مانتے ہیں، ان میں سے کوئی وصف بھی صفت الوہیت نہیں، لہٰذا کمالات مذکورہ کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح وثنا کو معاذ اللہ اطراء اور مبالغہ کہنا دروغ بے فروغ ہے، امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ (۶۱۰۔۶۹۶ھ/۱۲۱۳۔۱۲۶۹ء) نے قصیدہ بردہ میں کیا خوب فرمایا!

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِی نَبِیِّهِمْ
وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحاً فِیْهِ وَاحْتَکِمْ

(ترجمہ) چھوڑ دے اس چیز کو (یعنی الوہیت کو) جس کا دعویٰ کیا تھا نصاریٰ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اور حکم کر ہر اس چیز کے ساتھ جو تو چاہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح وثنا میں اور اس پر اچھی طرح پختہ اور مظبوط رہ۔" (سید احمد سعید کاظمی، درس حدیث، مشمولہ، ماہنامہ السعید، ملتان، ستمبر ۱۹۶۲ء، ص ۸۔۹)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہر اس طریقہ سے جائز ہے کہ جس سے تعظیم بلند ہو اور یہ مبالغہ ذات باری تک نہ لے جائے، درود وسلام باادب بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے، اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو یہ بھی تعظیم میں داخل ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۳۔۸۵۲ھ/۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء) مقدمہ "فتح الباری شرح بخاری" میں نقل فرماتے ہیں!

"قال البخاری ماکتبت فی کتاب الصحیح حدیثا الا اغتسلت قبل ذلک وصلیت رکعتین"

(حافظ ابن حجر العسقلانی، مقدمہ فتح الباری شرح صحیح بخاری: دہلی، س ن، ص ۵)

ترجمہ۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی کتاب جامع الصحیح میں کوئی حدیث درج نہیں کی مگر پہلے میں نے غسل کیا اور دو رکعت نفل پڑھے۔

اہل سنت کے ہر طریقہ تعظیم پر اعتراض کرنے والے دنیا جہان کے تمام منکرین سے مطالبہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۴۔۲۵۶ھ/۸۱۰۔۸۷۰ء) کے اس فعل پر کوئی دلیل لاؤ، کوئی حدیث پیش کرو، جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جب میری حدیث نقل کرو تو غسل کر کے دو رکعت نفل پڑھ لیا کرو، بتاؤ حدیث درج کرنے کا یہ طریقہ کہیں قرآن میں آیا ہے یا کسی حدیث میں آیا ہے؟۔ بعض صحابہ کرام بھی حدیث لکھتے تھے، مگر وہ ہر حدیث لکھنے سے پہلے نہ تو غسل کرتے تھے اور نہ ہی دو رکعت نماز پڑھتے تھے، امام بخاری نے ہر حدیث لکھنے سے پہلے غسل اور نماز سے اپنا عقیدہ بھی ثابت کر دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا ہر طریقہ صحابہ کرام سے ثابت ہونا ضروری نہیں بلکہ ہر وہ طریقہ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر ظاہر ہو وہ جائز ومستحسن ہے، معلوم ہوا کہ حدیث درج کرنے کا یہ طریقہ ادب وتعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے امام بخاری نے اپنی رائے سے اختیار کیا، جس کام کے لئے قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہ ہو تو تم کہتے ہو کہ یہ بدعت ہے، اب بتاؤ کہ امام بخاری کا یہ عمل کس خانہ میں رکھو گے؟۔

امام قاضی عیاض مالکی اندلسی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ'' میں لکھتے ہیں!

''کان مالک اذا ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتغیر لونہ وینحنی''. (قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ [ج ۲]: ص ۳۳)

ترجمہ۔ یعنی امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اقدس سنتے تو ان کا رنگ (بوجہ ہیبت وعظمت اسم اقدس) متغیر ہو جاتا اور نام اقدس سننے کی وجہ سے سرنگوں ہو جاتے تھے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ، (۹۳ھ۔۱۷۹ھ) تابعی ہیں، محدث ہیں، اہل سنت کے فقہ مالکی کے امام ہیں، آپ کی کتاب ''موطا امام مالک'' کا بہت بڑا مقام ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کی تعظیم وتوقیر سے بدکنے والوں سے سوال ہے کہ امام مالک رضی اللہ عنہ کو کون سی حدیث سے یہ ثبوت ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کو سن کر سر جھکا لیا جائے؟۔ الشفاء میں ''ینحنی'' کا لفظ ہے، یعنی ادب سے جھک جاتے، کیا اتنے بڑے امام اور محدث کو کسی نے بدعتی کہا ہے؟، یہ صرف انگریز کی پیداوار کا کام ہے کہ خود تو اپنے نصیب میں ادب کرنا ہے نہیں، اور جو بھولے بھالے مسلمان نام اقدس کی تعظیم وادب کرتے ہیں، ان کو پریشان کرتے ہیں اور ان کے پیچھے لٹھ لے کر پڑے ہوئے ہیں کہ یہ بدعت ہے وہ بدعت ہے، اور اپنے اس گھناؤنے جرم سے پیٹ پالنے کے لئے مسلمانوں میں تفرقہ کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

نام اقدس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم

(شہادت کی انگلیاں اور انگوٹھے چومنے کی احادیث)

(1)

الامام الحافظ شمس الدین ابی الخیر محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی رحمتہ اللہ علیہ (۸۳۱۔۹۰۲ھ/۱۴۲۷۔۱۴۹۶ء) اپنی شہرہ آفاق کتاب ''المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرہ علی الالسنة'' میں حدیث درج فرماتے ہیں!

''مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلھما عند سماع قول المؤذن اشھد ان محمدرسول اللہ مع قولہ اشھد ان محمد عبدہ ورسولہ رضیت باللہ رباو بالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ انہ لما سمع قول المؤذن اشھدان محمد رسول اللہ قال ھذا وقبل باطن الانملتین السبابتین ومسح عینیہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم من فعل مثل مافعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی، ولا یصح''. (السخاوی، الامام الحافظ شمس الدین ابی الخیر محمد بن عبدالرحمٰن، المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرہ علی الالسنة: بیروت، دارالکتب العلمیہ، ص ۳۸۴)

ترجمہ۔ مؤذن سے اشہدان محمد رسول اللہ کے الفاظ مبارک سن کر شہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا ''اشہدان محمد عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا''۔ اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب آپ نے موذن کو اشہدان محمد رسول اللہ کہتے سنا تو یہ دعا پڑھی اور اپنی شہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کر اپنی آنکھوں پر لگائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا کہ میرے پیارے دوست نے کیا، اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگی اور یہ حدیث محدثین کی اصطلاح میں درجہ صحت کو نہ پہنچی۔

امام شمس الدین سخاوی رحمتہ اللہ علیہ نے اس حدیث کے ساتھ مزید احادیث اور حکایات بیان فرما کر آخر میں فرمایا!

"ولا یصح فی المرفوع من کل ھذا شئی" (ایضاً ص۳۸۵)

ترجمہ۔ بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔

قارئین یہ بات ذہن میں رکھیں کہ امام سخاوی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ احادیث بیان کرنے کے بعدان کے بارے میں صرف "لا یصح" فرمایا ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں فرمایا، اب ذرا تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین کی دھاندلی اور خیانت ملاحظہ فرمائیں!

دیوبندی مکتبہ فکر کے مولوی محمد حسین نیلوی (سرگودھا، پنجاب، پاکستان)، شاگرد مولوی حسین علی واں بھچروی (۱۲۸۳۔۱۳۶۳ھ/۱۸۶۶۔۱۹۴۳ء) مصنف "تفسیر بلغتہ الحیران" اپنی کتاب "خیر الکلام فی تقبیل الابہام" میں لکھتے ہیں!

"حضرت امام سخاویؒ کی کتاب "مقاصد حسنہ" ص۳۸۵ کے حاشیہ میں محشی نے تحریر فرمایا ہے" وحکی الحطاب فی شرح مختصرۃ خلیل حکایۃ اخریٰ غیر ھھنا وتوسع فی ذلک ولایصح شئی من ھذا فی المرفوع کما قال المؤلف بل کلہٗ مختلق" (ترجمہ) کہ شرح مختصر خلیل میں اس آخری حکایت کے علاوہ ایک اور حکایت بھی علامہ حطابؒ نے بیان فرمائی ہے جس میں انہوں نے کھل کر بحث فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ اس بارے میں حضرت نبی کریم ﷺ سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے جیسا کہ حضرت مؤلف (امام سخاوی) نے فرمایا ہے، بلکہ یہ سب کی سب روایات گھڑنتو ہیں"۔ (محمد حسین نیلوی، خیر الکلام: مشمولہ، عارفین [ماہنامہ]، سرگودھا، اکتوبر دسمبر ۱۹۹۳ء، ص۱۰۰)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ اس عبارت میں امام محمد الحطاب الرعینی فقیہ مالکی رحمتہ اللہ علیہ (م ۹۵۴/۱۵۴۷ھ) نے اپنی کتاب "مواھب الجلیل شرح مختصر الخلیل فی فروع الفقہ مالکی" میں ان احادیث کے متعلق صرف "لا یصح" ہی کہا ہے کہ جیسے امام سخاوی نے کہا" ولا یصح شئی من ھذا فی المرفوع"۔ کتاب مقاصد کے متن میں موضوع یا مختلق یا گھڑنتو کا کوئی لفظ موجود نہیں، آگے کا فقرہ "بل کلہ مختلق" کتاب کے محقق ومحشی عبداللہ صدیق، استاد جامعہ ازہر قاہرہ (مصر) کا ہے نہ کہ امام حطاب اور امام سخاوی کا۔ اگر یہ احادیث موضوع یا گھڑی ہوئی ہوتیں تو امام حطاب اور امام سخاوی انہیں "لا یصح" کہہ کر نقل نہ کرتے بلکہ باطل یا کذب یا موضوع یا مفتری یا مختلق یعنی گھڑی ہوئی کہتے۔

یہی مولوی محمد حسین نیلوی اپنی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں!

مشہور محدث حضرت حطاب رحمہ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو مختلق یعنی من گھڑت اور بناوٹی قرار دیا ہے۔ (ایضاً ص۵۶)

امام حطاب علیہ الرحمہ نے اس روایت کو "مختلق" کہاں لکھا ہے، اس کا جواب قیامت تک کوئی دیوبندی نہیں دے سکتا، بس دھونس دھاندلی ہے جو چاہیں کہیں کون پوچھنے والا ہے، مگر حساب کے دن تو ضرور بتانا پڑے گا۔

(2)

حضرت ملا علی بن سلطان القاری الہروی الحنفی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۶۰۶ء/۱۰۱۴ھ) نے اپنی معروف تصنیف "الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ" (موضوعات کبیر) میں لکھتے ہیں!

"مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلھما عند سماع قول المؤذن: اشھد ان محمداً رسول اللہ. مع قولہ: اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ، رضیت باللہ رباً، وبالاسلام دیناً، وبمحمد علیہ الصلاۃ والسلام نبیاً.

ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق ان النبی علیہ الصلاۃ والسلام قال: ومن فعل ذلک فقد حلت علیہ شفاعتی. قال السخاوی: لایصح.

واورده الشیخ احمد الرداد فی کتابه "موجبات الرحمة" بسند فیه مجاهیل مع انقطاعه عن الخضر علیه السلام . وکل ما یروی فی هذا فلا یصح رفعه البتة. (ملاعلی القاری بن سلطان، الاسرار المرفوعه فی الاخبار الموضوعه: کراچی، قدیمی کتب خانہ، س ن، ص ۲۱۰)

ترجمہ۔ مؤذن سے اشھد ان محمد رسول اللہ کے الفاظ مبارک سن کر شہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا اشھد ان محمد عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا۔ اس حدیث کو دیلمی نے اپنی کتاب مسند الفردوس میں حدیث سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے یہ کام کیا اُس پر میری شفاعت حلال ہوگئی۔ امام سخاوی نے کہا کہ یہ روایت درجہ صحت تک نہ پہنچی۔ اور شیخ احمد رداد کتاب موجبات الرحمت میں اس روایت کو حضرت خضر علیہ السلام سے ایسی سند کے ساتھ لائے ہیں جس میں کچھ لوگ غیر معروف ہیں اور کوئی راوی منقطع بھی ہے، اور اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا صحیح نہیں۔

پھر فرماتے ہیں! قلت: واذا ثبت رفعه الی الصدیق فیکفی العمل به . لقوله علیه الصلوٰۃ والسلام: علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین: وقیل: لایفعل ولا ینهی ، وغرابتهٔ لا تخفی علی ذوی النهی.

ترجمہ۔ میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں کہ جب یہ عمل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک ثابت ہے تو عمل کے لئے کافی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔

اور کہا گیا کہ نہ یہ عمل کیا جائے اور نہ اس کا انکار، تو اس (قول) کا اجنبی اور غیر معروف ہونا عقل مندوں پر مخفی نہیں۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب موضوعات کبیر میں دو روایتیں بیان کرنے کے بعد صرف اتنا فرمایا ہے کہ ان کا مرفوع ہونا درجہ صحت تک نہیں پہنچتا۔ ان عبارات میں کہیں بھی کسی روایت کے متعلق "موضوع" یعنی بناوٹی یا گھڑی ہوئی کا لفظ کہیں نہیں ملے گا۔ ہم آگے بتائیں گے کہ مجہول اور منقطع روایت بھی موضوع نہیں ہوتی، اور یہ بھی بتائیں گے کہ جس روایت کو لا یصح کہا گیا ہو اُس کی کیا حیثیت ہے اور کیا ایسی حدیث قابل عمل ہوتی ہے؟۔

منکرین عظمت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں میں پرانی بیماری ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی یہ بیماری بڑھاتا ہی رہتا ہے، لہٰذا غیر مقلدین وہابیوں سے امام علی قاری علیہ الرحمہ کی اس عبارت کا کوئی جواب تو نہ بن سکا لیکن پھر بھی اپنی روایتی بددیانتی اور حماقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا کہ!

"ملا علی قاری کا یہ کہنا کہ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، حقائق کی روشنی میں غلط ہے، بلکہ ملا علی قاری فرماتے ہیں "وغرابته لا تخفی علی ذوی النهی" یعنی اس روایت کی غرابت عقل مندوں پر مخفی نہیں"۔ (ہفت روزہ اہل حدیث: لاہور، شمارہ ۲۹ رجنوری ۱۹۹۳ء)

کیا کہنے ہیں ان نام نہاد اہل حدیثوں کی سخن فہمی اور دیانت کے۔ اس عبارت میں "غرابت کا تعلق نہ تو حدیث سے ہے اور نہ ہی جواز کے قول سے کیونکہ جواز کا قول تو خود ملا علی قاری قلت (میں کہتا ہوں) کہہ کر رہے ہیں تو پھر اپنے ہی قول کی غرابت کا دعویٰ کر کے اسے مردود ٹھہرانا ملا علی قاری سے کیسے صادر ہو سکتا ہے، لہٰذا ملا علی قاری غرابت کے لفظ سے خود تردیدی (self-contradiction) نہیں کر رہے بلکہ قیل کے صیغے والے ضعیف قول کی تردید کے لئے غرابت کا لفظ بولا گیا ہے، چونکہ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے یہ بات عقل مندوں کے لئے فرمائی ہے اور فضائل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین عقل سے پیدل ہیں اس لئے یہ بات ان کی عقل میں نہ آئی اور وہ خود فریبی یا خلق فریبی کے مرتکب ہوئے۔

ذکر روکے، فضل کاٹے، نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

(3)

ملک المحدثین الشیخ العلامہ اللغوی محمد ابن طاہر صدیقی پٹنی گجراتی ہندی رحمتہ اللہ علیہ (۹۱۴۔۹۸۶ھ/۱۵۰۸۔۱۵۷۸ء) اپنی کتاب ''تذکرۃ الموضوعات'' (عربی) میں لکھتے ہیں!

''مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلهما عند سماع اشهد ان محمداً رسول الله من المؤذن مع قوله اشهد ان محمداً عبده ورسوله رضیت بالله رباًوبالاسلام دیناً وبمحمد صلی الله علیه وسلم نبیا. ذكره الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بكر الصدیق انه لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمداً رسول الله قال مثله وقبل بباطن الانملتین السبابتین ومسح عینیه فقال صلی الله علیه وسلم من فعل مثل مافعل خلیلی فقد حلت علیه شفاعتی ، ولایصح''. (پٹنی، محمد ابن طاہر صدیقی، تذکرۃ الموضوعات :ملتان، کتب خانہ مجیدیہ، س ن، ص ۳۴ (باب الاذان ومسح العینین فیه ونحوه)

ترجمہ۔ مؤذن سے اشہدان محمد رسول اللہ کے الفاظ مبارک سن کر شہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ رضیت باللہ رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیاً۔ اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب آپ نے موذن کو اشھد ان محمد رسول اللہ کہتے سنا تو یہ دعا پڑھی اور اپنی شہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کر آنکھوں پر لگائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا کہ میرے پیارے دوست نے کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگی، اور یہ حدیث درجہ صحت کو نہ پہنچی۔

(4)

یہی علامہ محمد طاہر پٹنی علیہ الرحمہ اپنی دوسری شہرہ آفاق کتاب ''مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار مع تکملہ'' (عربی) مطبوعہ مدینہ منورہ (سعودی عرب) میں لکھتے ہیں!

''مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلهما عند سماع اشهد ان محمداًرسول الله ، مع قوله :اشهد ان محمداً عبده ورسوله رضیت بالله رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد ﷺ نبیاً. ذكره الدیلمی ولایصح ، وكذا ما وردعن الخضر علیه السلام : من قال: مرحبا بحبیبی و قرة عینی محمد بن عبدالله ﷺ! ثم یقبل ابهامیه و یجعلهما علی عینیه، لم یعم ولم یرمد ابداً، وروی تجربة ذلک عن كثیرین''. (پٹنی، محمد ابن طاہر صدیقی، مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار مع تکملہ [الجزء الخامس]: مدینہ منورہ ،مکتبہ دار الایمان، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء، ص ۲۳۳۔۲۳۴)

ترجمہ۔ موذن سے اشھد ان محمد رسول اللہ کے الفاظ مبارک سن کر شہادت کی انگلیوں کے پورے اندرونی جانب سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ رضیت باللہ رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیاً۔ اس کو امام دیلمی نے ذکر کیا اور یہ حدیث درجہ صحت تک نہیں پہنچی۔ اور اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام سے روایت لائے کہ جو کہے مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ ﷺ پھر انگوٹھے چومے اور آنکھوں پر ملے تو نہ اندھا ہوگا اور نہ کبھی آنکھیں دکھیں گی۔

یہ عبارت لکھ کر علامہ محمد طاہر پٹنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ''اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئی ہیں۔

علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی رحمتہ اللہ علیہ کی مکمل عبارت قارئین کے سامنے ہے، اس عبارت کے متعلق انہوں نے ''لایصح'' ہی کہا ہے ''موضوع'' نہیں کہا بلکہ آخر میں لکھا کہ ''اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئی ہیں''۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی مصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۸۳۶ء/۱۲۵۲ھ) کتاب ''ردالمحتار حاشیہ علی الدر المختار'' میں لکھتے ہیں!

''یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشهادة صلی الله علیک یا رسول الله وعند الثانیة منها قرت عینی بک یا رسول الله ثم یقول اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامین علی العینین فانه علیه السلام یکون قائد اله الی الجنة کذا فی کنز العباد قهستانی ونحو فی الفتاوی الصوفیة وفی کتاب الفردوس من قبل ظفری ابهامیه عند سماع اشهد ان محمداً رسول الله فی الاذان انا قائده ومدخله فی صفوف الجنة وتمامه فی حواشی البحر للرملی عن المقاصد الحسنة للسخاوی وذکر ذلک الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شئ ونقل بعضهم ان القهستانی کتب علی هامش نسخته ان هذا مختص بالاذان واما فی الاقامة فلم یوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع.

''(شامی، سید محمد امین ابن عابدین، ردالمحتار حاشیہ علی الدر المختار: بیروت، س ن، ص ۲۶۷، باب الاذان)

ترجمہ۔ پہلی مرتبہ الفاظ شہادت سننے پر مستحب یہ ہے کہ صلی اللہ علیک یارسول اللہ کہا جائے، اور دوسری مرتبہ الفاظ شہادت سننے پر قرت عینی بک یارسول اللہ کہا جائے، پھر دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھوں پر رکھنے کے بعد کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر تو نبی کریم ﷺ اس شخص کے لئے جنت کے قائد ہوں گے، کنز العباد میں اسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔ قہستانی اور اس کی مثل فتاویٰ صوفیہ میں اور کتاب الفردوس میں ہے، اذان میں اشھد ان محمد ارسول اللہ کو سن کر جس شخص نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما میں اس کا قائد ہوں گا اور اس کو جنت کی صفوں میں داخل کروں گا، اس کی مکمل بحث سخاوی کے مقاصد حسنہ سے رملی نے حواشی بحر الرائق میں نقل کی ہے، جراحی نے اس پر طویل بحث کی پھر کہا اس میں کوئی صحیح مرفوع حدیث ثابت نہیں۔ بعض نے نقل کیا کہ قہستانی نے اپنے ایک نسخہ کے حاشیہ پر تحریر کیا ہے کہ یہ اذان کے ساتھ مختص ہے، اقامت میں جستجو اور تلاش بسیار کے باوجود روایت نہ ملی۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ مذکورہ بالا عبارت میں انگوٹھے چومنے کی حدیث بیان کر کے علامہ اسماعیل جراحی علیہ الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں ''لم یصح فی المرفوع من کل هذا شئی'' یعنی بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔ لیکن پوری عبارت میں ان احادیث کے متعلق ''موضوع'' کا لفظ نہیں ملتا۔ قارئین پھر غور سے دیکھ لیں۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ کی عبارت کے آخری حصہ میں ہے کہ '' بعض نے نقل کیا کہ قہستانی نے اپنے ایک نسخہ کے حاشیہ پر تحریر کیا ہے کہ یہ اذان کے ساتھ مختص ہے، اقامت میں جستجو اور تلاش بسیار کے بعد روایت نہیں ملی''۔ اشرف علی تھانوی (۱۲۸۰۔۱۳۶۲ھ/۱۸۶۳ء۔۱۹۴۳ء) نے ''فتاویٰ امدادیہ'' میں اسی عبارت کو بنیاد بنا کر اپنے فتوے میں انگوٹھے چومنے کو ناجائز قرار دیا۔ (اشرف علی تھانوی، امداد الفتاویٰ [ج ۵]: ترتیب جدید، مفتی محمد شفیع، کراچی، مکتبہ دار العلوم، محرم ۱۴۲۰ھ/مئی ۱۹۹۹ء، ص ۲۵۹۔۲۶۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ/۱۸۵۶۔۱۹۲۱ء) نے اشرف علی تھانوی کے اس فتوے کو تیس سے زائد وجوہ سے رد کیا، مضمون طویل ہو جانے کے خوف سے وہ مکمل جواب ہم یہاں نقل نہیں کر رہے، مختصر جواب نقل کرتے ہیں، جو صاحب اس بارے میں تحقیق کا شوق رکھتے ہوں، انہیں چاہیے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا رسالہ ''نھج السلامہ فی حکم تقبیل الابھامین فی الاقامہ'' یعنی اقامت کے دوران انگوٹھے چومنے کے حکم میں عمدہ تفصیل'' کا مطالعہ کریں۔ (یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ (مع تخریج وترجمہ عربی عبارات، جدید اڈیشن)، جلد پنجم، مطبوعہ رضا

فاؤنڈیشن لاہور۱۹۹۳ء میں (صفحہ ۴۲۹ تا ۶۲۸) شامل ہے اور علیحدہ بھی شائع ہو چکا ہے۔)

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "قہستانی کا یہ قول کہ "اقامت کے بارے میں تلاش بسیار کے بعد بھی روایت نہ ملی" علامہ شامی کے نزدیک ایسی نقل، نقل مجہول ہے اور نقل مجہول نامقبول ہوتی ہے۔

علامہ شامی، ردالمحتار، (باب الولی من کتاب النکاح) میں فرماتے ہیں!

"قول المعراج ورایت فی موضع الخ (ای معزوا الی المبسوط) لا یکفی فی النقل لجهالته (یعنی معراج کا قول "اور میں نے ایک جگہ دیکھا ہے" الخ (یعنی مبسوط امام سرخسی کی طرف منسوب ہے) جہالت کی وجہ سے نقل میں وہ ناکافی ہے۔ (شامی، ابن عابدین، ردالمحتار [۲]: قاہرہ، مکتبہ البابی، س ن، ص ۳۳۹ (باب الولی من کتاب النکاح)

وہاں بواسطۂ مجہول ناقل امام قوام الدین کاکی شارح ہدایہ تھے، یہاں شامی، وہاں منقول عنہ بالواسطہ امام شمس الائمہ سرخسی تھے یا خود محرر المذہب امام محمد، اور یہاں قہستانی، جب وہ بوجہ جہالت واسطہ مقبول نہ ہوئی تو اس کی کیا ہستی، مگر کیا کیجئے کہ عقل بازار میں نہیں بکتی۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اگر قہستانی کی اس نقل کو قبول بھی کر لیا جائے تو یہ "نفی روایت" ہے۔، "روایت نفی" تو نہیں اور تھانوی صاحب کو غالباً یہ معلوم نہیں کہ نفی ثابت کرنے کے لئے روایت نفی کی ضرورت ہے، نفی روایت کی نہیں۔ (روایتِ نفی (یعنی کام نہ ہونے کی روایت)۔ نفیِ روایت (یعنی کام ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کسی روایت کا نہ ملنا)۔ مفہوم یہ ہے کہ کسی کام کے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کوئی روایت نہ مل پائے (یعنی نفیِ روایت ہو) تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ (یہ روایت نفی ہے) اور اس کام کے وجود نہ ہونے (یعنی اس کی نفی) کی روایت مل گئی ہے۔) اور زیادہ سے زیادہ یہ قہستانی کا اپنا انکار ہوگا نہ کہ وہ فقہاء سے کوئی قول نقل کر رہے ہیں، اور قہستانی کو ان معنی میں فقہاء میں شمار کرنا کہ اُن کا قول بغیر نقل کے مسلّم ہو تو یہ یقیناً باطل ہے، بلکہ نقل میں ان کا حال خود یہی علامہ شامی اپنی کتاب "العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة" میں بتاتے ہیں!

"القهستانی کجارف سیل وحاطب لیل خصوصاً واستناده الی کتب الزاهدی المعتزلی"

یعنی قہستانی بہالے جانے والے سیلاب اور رات کو لکڑی اکٹھی کرنے والے کی طرح ہے خصوصاً جب کہ اس کا استناد زاہدی معتزلی کتب کی طرف ہو۔ (شامی، ابن عابدین، العقود الدریة فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیة، [ج ۲]: قندہار، تاجران کتب ارگ بازار، ص ۳۵۶)

چلو یہ بھی سہی تو کیسا ظلم شدید اور تعصب عنید ہے کہ مسئلہ اقامت میں تو قہستانی کا اپنا قول بلانقل بلکہ صرف روایت نہ پانا سند میں پیش کیا جائے اور اُسے انہیں ایک فقیہ نہیں بلکہ فقہاء کا انکار ٹھہرا دیا جائے اور یہیں مسئلہ اذان میں جو یہی قہستانی خاص روایت فقہی نقل فرما کر حکمِ استحباب بتا رہے ہیں، وہ مردود و نامعتبر قرار پائے۔" (ملخصاً از رسالہ "نهج السلامه" از امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

(6)

علامہ سید احمد طحطاوی مصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۔ ۱۸۱۵ء/۱۲۳۱ھ) اپنی کتاب "حاشیه الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح" میں لکھتے ہیں!

"ذكر القهستانی عن كنز العباد يستحب ان يقول عند سماع الاولى من الشهادتين للنبی ﷺ صلى الله عليك يا رسول الله و عند سماع الثانية قرت عينی بک يا رسول الله اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ابهاميه على عينيه فانه ﷺ يكون قائد اله فی الجنة وذكر الديلمی فی الفردوس

من حديث ابى بكر رضى الله عنه مرفوعا من مسح العينين بباطن انملة السبابتين بعد تقبيلهما عند قول المؤذن اشهد ان محمداً رسول الله وقال اشهد ان محمداً عبده ورسوله رضيت بالله رباو بالاسلام ديناو بمحمد ﷺ نبيا حلت له شفاعتي اه كذا روى من الخضر عليه السلام، وبمثله يعمل فى الفضائل" (طحطاوی، علامہ سید احمد، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح: کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، س ن، ص ۱۱۱، باب الاذان)

ترجمہ۔ قہستانی نے کنز العباد سے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ کی رسالت کی شہادتوں میں سے پہلی شہادت کے سننے پر مستحب یہ ہے کہ سننے والا صلى الله عليك يا رسول الله پڑھے اور دوسری شہادت کے سننے پر کہے قرۃ عینی بک یارسول اللہ اور انگوٹھوں کو (چوم کر) آنکھوں پر رکھنے کے بعد کہے اللهم متعني بالسمع و البصر بے شک نبی کریم ﷺ جنت میں اس کے قائد ہوں گے دیلمی نے فردوس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ جس شخص نے مؤذن سے شہادت سن کر اپنی شہادت کی دونوں انگلیوں کے پوروں کو چوم کر آنکھوں پر لگایا اور یہ پڑھا اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد ﷺ نبیا (حضور ﷺ) فرماتے ہیں اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگی۔ اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام سے بھی مروی ہے۔ اس قسم کی احادیث (ضعاف یعنی ضعیف حدیثیں) فضائل میں معتبر ہیں۔

اگر یہ حدیث موضوع ہوتی تو امام طحطاوی علیہ الرحمہ اس حدیث سے کبھی استدلال نہ فرماتے، انہوں نے عبارت کے آخر میں صرف اتنا کہا کہ اس قسم کی احادیث ضعیف ہیں اور ضعیف احادیث فضائل میں معتبر ہیں یعنی جن احادیث سے فضائل ثابت ہوتے ہوں اُن پر اعتبار کیا جاتا ہے۔

(7)

مولانا حافظ عبدالحی لکھنوی رحمتہ اللہ علیہ (۱۲۶۴۔۱۳۰۴ھ/۱۸۴۸۔۱۸۸۶ء) اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں!

سوال نمبر ۹۸۔ ناخنہای ہر دو دست بر چشم نہادن ہنگام شنیدن نام آں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در اذان چہ حکم دارد۔

جواب۔ بعضے فقہا مستحب نوشتہ اند۔ وحدیثے ہم دریں باب نقل میسازند مگر صحیح نیست۔ دو در امر مستحب فاعل و تارک ہر دو قابل ملامت و تشنیع نیستند در جامع الرموزی آرد اعلم انہ یستحب ان یقال عند سماع الاول من الشھادۃ صلی اللہ علیک یارسول اللہ وعند سماع الثانیۃ قرۃ عینی بک یارسول اللہ ثم یقال اللھم متعنی بالسمع والبصر وبعدہ وضع ظفر الیدین علی العینین فانہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون قائد الہ الی الجنۃ کذافی کنز العباد انتھی۔ (لکھنوی، حافظ عبدالحیٔ، مجموعہ فتاویٰ [ج ۳]: لکھنؤ، مطبع یوسفی، ۱۳۴۵ھ، ص ۴۷، باب ما یتعلق بالاذان)

ترجمہ۔ بعض فقہاء نے اس کو مستحب لکھا ہے اور اس کے بارے میں حدیثیں بھی نقل کی ہیں، مگر وہ صحیح نہیں اور مستحب کام کرنے اور نہ کرنے والا دونوں قابل ملامت اور طعن و تشنیع نہیں ہیں، اور جامع الرموز میں ہے کہ بلاشبہ اذان کی پہلی شہادت کے سننے پر صلی اللہ علیک یارسول اللہ اور دوسری (شہادت) کے سننے پر قرۃ عینی بک یارسول اللہ کہنا مستحب ہے، پھر کہے اے اللہ میری سمع و بصر کو نفع پہنچا اور پھر دونوں ہاتھوں کے ناخنوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھے تو ایسا کرنے والے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زیر سایہ جنت میں لے جائیں گے۔

یہی مولانا عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب "السعایہ شرح وقایہ" میں لکھتے ہیں!

" فقد ورد ذلك فى احاديث مرفوعة وموقوفة كلها ضعيفة ولايصح فى هذا لباب حديث مرفوع فمن ثم صرح بعض الفقهاء باستحبابه فى اذان عند الشهادتين لان الحديث الضعيف يكفى فى فضائل الاعمال. (ایضاً السعایہ [ج ۲]: لاہور، ص ۴۶)

ترجمہ۔ انگوٹھے چومنے کے متعلق مرفوع اور موقوف احادیث آئی ہیں لیکن وہ سب ضعیف ہیں، اس کے بارے میں کوئی صحیح مرفوع حدیث نہیں، اسی لئے بعض فقہاء نے اس کے استحباب کا قول کیا ہے، اس لئے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کفایت کرتی ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی علیہ الرحمہ ہندوستان کے مشہور فقیہ، محدث اور مسلم بزرگ ہیں، ان کی عبارات آپ نے پڑھیں، پہلی عبارت میں انہوں نے ان احادیث کے بارے میں صاف لکھا ہے "صحیح نیست" یعنی یہ صحیح نہیں ہیں مگر موضوع، من گھڑت اور بناوٹی نہیں لکھا۔ دوسری عبارت میں لکھا کہ یہ احادیث ضعیف ہیں اور ضعیف حدیث فضائل اعمال کافی ہوتی ہے اور بعض فقہاء نے اس عمل کو مستحب کہا ہے۔ موضوع کہیں نہیں کہا۔

(8)

غیر مقلدین کے امام محمد بن علی شوکانی یمنی (۱۱۷۲-۱۲۵۰ھ/ ۱۷۵۸-۹-۱۸۳۴-۵) اپنی کتاب "فوائد المجموعہ فی بیان احادیث الموضوعہ" میں انگوٹھے چومنے والی حدیث کے متعلق لکھتے ہیں!

"رواہ دیلمی فی مسندالفردوس عن ابی بکر رضہ اللہ عنہ مرفوعا قال ابن طاھر فی التذکرہ لایصح". (شوکانی، محمد بن علی، فوائد المجموعہ فی بیان احادیث الموضوعہ: ص۹)

ترجمہ۔ یعنی اس انگوٹھے چومنے والی حدیث کے متعلق محدث دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے مگر علامہ ابن طاہر پٹنی گجراتی نے تذکرۃ الموضوعات میں لکھا ہے "لا یصح" یہ صحیح کے درجے کو نہیں پہنچتی۔

یہی حوالہ غیر مقلدین وہابیہ کے دور حاضر کے امام محمد ناصر الدین البانی دمشقی (م،۱۹۹۹ء) نے اپنی کتاب "سلسلہ احادیث الضعیفہ والموضوعہ واثرھا السیئی فی الامۃ" میں دیا ہے۔ پاکستان کے غیر مقلدین نے اس کا اردو ترجمہ "احادیث ضعیفہ کا مجموعہ" کے نام سے ۱۹۹۴ء میں مکتبہ ضیاء السنۃ ادارہ الترجمۃ والتالیف، فیصل آباد سے شائع کیا ہے، اردو ترجمہ مولانا محمد صادق خلیل غیر مقلد کا ہے اور اس پر نظر ثانی حافظ ناصر محمود غیر مقلد فاضل مدینہ یونیورسٹی نے کی ہے۔

ناصر البانی لکھتا ہے!

"یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں ابوبکرؓ سے مرفوع بیان کیا ہے لیکن ابن طاہرؒ کا "التذکرہ" میں قول ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، امام شوکانی کی تالیف "الاحادیث الموضوعہ" ۳۹۶ میں اسی طرح ہے نیز امام سخاویؒ نے "المقاصد" میں اس حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے"۔ (البانی، شیخ محمد ناصر الدین، احادیث ضعیفہ کا مجموعہ، مترجم، محمد صادق خلیل، فیصل آباد، ضیاء السنۃ ادارہ الترجمۃ والتصانیف، ۱۹۹۴ء، ۱۷۴)

اس مذکورہ عبارت میں جو ۳۹۶ نمبر دیا گیا ہے، وہ البانی کی کتاب کے اردو ترجمہ کے ماخذ و مراجع اور حواشی کا ہے، ماخذ و مراجع میں اس نمبر کے آگے شوکانی کی کتاب "فوائد المجموعہ" کے صفحہ نمبر ۹ کا حوالہ دیا گیا ہے کہ یہ بات شوکانی کی کتاب کے صفحہ نمبر ۹ پر ہے۔ (ایضاً ص ۲۳۶)

شوکانی اور ناصر البانی کی عبارتیں آپ نے پڑھیں، دونوں نے علامہ طاہر پٹنی کے حوالہ سے اس حدیث کو "لا یصح" ہی لکھا ہے "موضوع" نہیں لکھا۔

(9)

دیوبندی مکتبہ فکر کے مشہور عالم مولوی خیر محمد جالندھری (۱۳۳۱-۱۳۹۰-۱۸۹۵/۱۹۷۰ء) اپنی کتاب "نماز حنفی" میں لکھتے ہیں!

"اذان میں اشھد ان محمدا رسول اللہ سن کر جو انگوٹھے چومنے اور آنکھوں پر لگانے کا رواج ہے یہ خلاف سنت رسم ہے

اس کو چھوڑ دینا چاہیے اور جس حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے اس کو علامہ ابن طاہر نے تذکرہ میں کہا ہے کہ وہ صحیح نہیں۔ حوالہ کے لئے دیکھو (فوائد مجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ ص ۵ مؤلفہ علامہ شوکانی)''۔ (جالندھری، خیر محمد، نماز حنفی، ملتان، مکتبہ رشیدیہ خیر المدارس، ص ۲۶)

مولوی خیر محمد جالندھری نے لکھا ہے کہ انگوٹھے چومنا خلاف سنت ہے اسے چھوڑ دینا چاہئیے، مولوی صاحب کو اس عمل کی ممانعت میں کوئی دلیل تو پیش کرنی چاہئیے تھی، قارئین حیران ہوں گے کہ اس عمل کی مخالفت کرنے والوں نے اس عمل کے بدعت اور ناجائز ہونے پر آج تک ایک دلیل بھی پیش نہیں کی کہ قرآن کی فلاں آیت سے یہ عمل کرنا منع ہے، یا رسول اللہ ﷺ کی فلاں حدیث میں یہ لکھا کہ حضور ﷺ نے اس عمل سے منع فرمایا ہے یا کسی صحابی نے منع فرمایا ہے، ان لوگوں کے پاس منع کی ایک دلیل بھی نہیں بس رسول دشمنی میں مسلمانوں کو منع کرتے ہیں۔

مولوی خیر محمد جالندھری نے کتاب کا نام تو ''نماز حنفی'' رکھا، جب دیکھا کہ فقہ حنفی کی کتابوں میں انگوٹھے چومنے کو مستحب لکھا ہے اور ضعیف حدیث کو عمل کرنے کے لئے معتبر کہا ہے تو عظمت رسول ﷺ کی دشمنی میں بھاگ کر کسی حنفی عالم دین کا حوالہ دینے کے بجائے غیر مقلد شوکانی کے دامن میں پناہ لی، لیکن افسوس ہم آگے چل کر واضح کریں گے کہ علمی اور تحقیقی دنیا میں یہ حوالہ بھی ان کے کام نہیں آسکا، کیونکہ علامہ شوکانی نے بھی اس حدیث کے متعلق ''لا یصح'' ہی کہا ''موضوع'' نہ کہا۔ اگر انگوٹھے چومنے کی حدیث موضوع ہوتی یا شدید ضعیف ہوتی یا اس کا کوئی راوی کذاب ہوتا تو محدثین کو کیا رکاوٹ تھی کہ انہوں نے اسے ''لا یصح'' لکھ دیا، انہوں نے صاف صاف یہ کیوں نہ لکھ دیا کہ یہ حدیث موضوع ہے یا شدید ضعیف ہے یا لکھتے کہ اس کے فلاں راوی نے جھوٹ بولا ہے اور اس کا جھوٹ ثابت ہو چکا ہے۔ جب ان لوگوں کو محدثین کی ایسی کوئی بات ڈھونڈے سے نہیں ملتی تو یہ لوگ آخرت کے عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے؟۔

اگر یہ لوگ ''لا یصح'' کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ یہ حدیث غلط ہے یا مردود ہے یا موضوع یعنی وضع کی ہوئی بناوٹی اور گھڑی ہوئی ہے تو یہ لوگ علم اصول حدیث کے متعلق بالکل کورے جاہل ہیں اور اگر جانتے ہیں کہ ''لا یصح'' کا مطلب یہ نہیں کہ حدیث غلط اور مردود ہے تو یہ جان بوجھ کر حق کو چھپاتے ہیں، یہ علمی خیانت ہے، بد دیانتی ہے، بے ایمانی ہے اور یہ ان کے بدمذہب ہونے کی واضح علامت ہے۔

(لا یصح کا مفہوم)

(کسی حدیث کے صحیح نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حدیث ہی نہیں)

علامہ محمد طاہر پٹنی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''خاتمہ مجمع بحار الانوار'' میں فرماتے ہیں!

''بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کثیر، فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق، وقولنا لم یصح لایلزم منہ اثبات العدم، وانما ھو اخبار عن عدم الثبوت، وفرق بین الامرین''۔ (پٹنی، محمد ابن طاہر صدیقی، مجمع بحار الانوار [ج ۳]: لکھنؤ، نول کشور، ص ۵۰۶) (نوٹ: مجمع بحار الانوار [ج ۵] مطبوعہ مدینہ منورہ ۱۹۹۴ء کی مذکورہ عبارت میں لفظ ''اختلاق'' نہیں ہے۔ ص ۲۲۶)

ترجمہ۔ یعنی محدثین کا کسی حدیث کے متعلق یہ کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور کسی کے متعلق موضوع کہنا، ان دونوں میں بڑا فرق ہے، کیونکہ موضوع کہنا تو اسے کذب اور افتراء ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے اس حدیث کی نفی لازم نہیں آتی، بلکہ اس کا مفاد تو عدم ثبوت سے آگاہ کرنا ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ/۱۳۷۲۔۱۴۴۹ء) شارح بخاری علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''القول المسدد فی الذب عن مسند احمد'' میں فرماتے ہیں!

"لایلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعا" (عسقلانی، امام ابن حجر، القول المسدد، حیدرآباد دکن ، دائرۃ المعارف النعمانیہ، س ن، ص ۴۵)

ترجمہ۔یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ اپنی کتاب "موضوعات کبیر" میں فرماتے ہیں!

"لا یلزم عن عدم الصحۃ وجود الوضع کمالاتخفی" (القاری، ملاعلی ،موضوعات کبیر، بیروت ، دارالکتب العلمیہ ، ص ۳۱۸)

ترجمہ۔یعنی کھلی ہوئی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ اسی کتاب "موضوعات کبیر" میں دس محرم الحرام یعنی عاشورہ کے دن سرمہ لگانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء) کا حکم "لایصح ھذا الحدیث" (کہ یہ حدیث صحیح نہیں) نقل کر کے فرماتے ہیں!

"قلت لایلزم من عدم صحۃ ثبوت وضعہ وغایۃ انہ ضعیف" (ایضاً ص ۳۴۱)

ترجمہ۔یعنی میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں، غایت یہ کہ ضعیف ہو۔

ملاعلی بن سلطان قاری علیہ الرحمہ "الموضوعات الکبریٰ" میں ہی امام بیہقی علیہ الرحمہ کی ایک حدیث میں "لا یصح" کے متعلق فرماتے ہیں!

"لا یلزم من عدم صحۃ نفی وجود حسنہ وضعفہ" (ملاعلی القاری، الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ص ۶۶)

ترجمہ۔یعنی "کسی حدیث کی عدم صحت اس کے حسن اور ضعیف ہونے کی نفی نہیں کرتی۔

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ "الموضوعات الکبریٰ" میں "لایصح" کے متعلق امام سخاوی علیہ الرحمہ کا قول نقل فرماتے ہیں!

"لا یصح، لا ینافی الضعف والحسن" (ایضاً ص ۲۳۶)

ترجمہ۔یعنی کسی حدیث کا "صحیح نہ ہونا اس کے حسن اور ضعیف ہونے کے منافی نہیں۔

امام جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمٰن بن ابو بکر السیوطی علیہ الرحمہ (۸۴۹۔۹۱۱ھ/۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء) اپنی کتاب "التعقبات علی الموضوعات" میں فرماتے ہیں!

"اکثر ما حکم الذھبی علی ھذا الحدیث، انہ قال متن لیس بصحیح وھذا صادق بضعفہ" (السیوطی ،امام جلال الدین، التعقبات علی الموضوعات، سانگلہ ہل (ضلع شیخوپورہ) ،مکتبہ اثریہ، س ن، ص ۴۹)

ترجمہ۔یعنی زیادہ سے زیادہ اس حدیث پر (علامہ) ذھبی نے جو حکم لگایا ہے وہ یہ ہے کہ یہ متن صحیح نہیں اور یہ بات اس حدیث کے ضعیف ہونے پر صادق آتی ہے۔

انگوٹھے چومنے کی حدیث اگر موضوع ہوتی تو محدثین اسے "لایصح" کہہ کر نقل نہ کرتے بلکہ موضوع ہی کہتے۔

(راوی کی مجهولیت سے بھی حدیث موضوع نہیں ہوتی)

کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر حدیث پر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل اور موضوع۔

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ اپنی کتاب "رسالہ فضائل نصف شعبان" میں فرماتے ہیں!

"جھالۃ بعض الرواۃ لا یقتضی کون الحدیث موضوعا وکذا نکارۃ الالفاظ ، فینبغی ان یحکم

علیه بانه ضعیف، ثم یعمل بالضعیف فی فضائل الاعمال اتفاقا". (القاری، ملاعلی، فضائل نصف شعبان: مترجم مفتی محمد عباس رضوی، لاہور، مرکز تحقیقات اسلامیہ، ۲۰۰۲ء، ص ۲۲)

ترجمہ۔ یعنی بعض راویوں کا مجہول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو، ہاں ضعیف کہو، پھر فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی بالاتفاق قابل عمل ہوتی ہے۔

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ ''مرقاۃ شرح مشکوۃ'' میں امام ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ سے ایک حدیث کے متعلق نقل فرماتے ہیں!

" فیه راو مجهول، ولا یضر لانه من احادیث الفضائل " (القاری، ملاعلی، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح [ج ۲]: ملتان، مکتبہ امدادیہ، ص ۱۷۱)

ترجمہ۔ یعنی اس میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے۔

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ ''موضوعات کبیر'' میں امام زین الدین عراقی علیہ الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں!

"انه لیس بموضوع وفی سنده مجهول" (القاری، ملاعلی، الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعۃ: ص ۱۵۷)

ترجمہ۔ یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب ''لآلی المصنوعه'' میں فرماتے ہیں!

" لو ثبتت جهالته لم یلزم ان یکون الحدیث موضوعا مالم یکن فی اسناده من یتهم بالوضع" (السیوطی ،لآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ [ج ۲]: قاہرہ ،مکتبہ التجاریہ الکبریٰ س ن، صفحہ ۴۴)

ترجمہ۔ یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو۔

(کسی حدیث کی سند منقطع ہونے سے بھی حدیث موضوع نہیں ہوتی)

ملاعلی قاری علیہ الرحمہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں!

"لایضر ذلک فی الاستدلال به ههنا لان المنقطع یعمل به فی الفضائل اجماعا" (القاری، ملاعلی، مرقاۃ شرح مشکوۃ [ج ۲]: ، ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، ص ۳۱۵، الفصل الثانی من باب الرکوع)

ترجمہ۔ یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں کہ منقطع پر فضائل میں تو بالاجماع عمل کیا جاتا ہے۔

(جو حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مدرج بھی ہو تو موضوع نہیں ہوتی)

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تعقبات علی الموضوعات'' میں فرماتے ہیں!

"المضطرب من قسم الضعیف لا الموضوع" (السیوطی، التعقبات علی الموضوعات ، سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ مکتبہ اثریہ، س ن، ص ۲۲)

ترجمہ۔ مضطرب حدیث ضعیف کی قسم ہے موضوع نہیں۔

تعقبات ہی میں ہے کہ!

"المنکر نوع اخر غیر الموضوع وهو من قسم الضعیف" (ایضاً، ص ۳۰)

ترجمہ۔ یعنی حدیث منکر، موضوع کے علاوہ ایک دوسری نوع ہے جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے۔

تعقبات ہی میں ہے کہ!

''المنکر من قسم الضعیف وھو متحمل فی الفضائل'' (ایضاً ص ۶۰)

ترجمہ۔ یعنی منکر ضعیف کی قسم ہے اور یہ فضائل میں قابل استدلال ہے۔

(جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں ہوتی)

جس حدیث میں راوی مبہم ہو جیسے ''حدثنی رجلٌ'' یعنی مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی، یا ''بعض اصحابنا'' یعنی ایک رفیق نے خبر دی، اس سے حدیث ضعیف ہوگی نہ کہ موضوع ہوگی، علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''لآلی المصنوعہ'' میں فرماتے ہیں!

''لایستحق الحدیث ان یوصف بالوضع بمجرد ان روایہ لم یسم'' (السیوطی، لآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ [ج ۲]: ص ۲۶۴)

ترجمہ۔ یعنی صرف راوی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث موضوع کہنے کی مستحق نہیں ہو جاتی۔

(فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے)

امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی (۶۳۱۔۶۷۶ھ/۱۱۸۵۔۱۲۷۷ء) شارح صحیح مسلم رحمتہ اللہ علیہ ''اربعین نووی'' میں، امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ ''شرح مشکوٰۃ'' میں، ملا علی قاری علیہ الرحمہ ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' اور ''حرز ثمین شرح حصن حصین'' میں فرماتے ہیں!

''قد اتفق الحافظ ولفظ الاربعین قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال ولفظ الحرز لجواز العمل بہ فی فضائل الاعمال بالاتفاق''. (شرح اربعین نووی: قاہرہ، مصطفےٰ البابی مصر، ص ۴۔) (حرز ثمین شرح حصن حصین، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ، ص ۲۳)

ترجمہ۔ یعنی بے شک حفاظ حدیث وعلمائے دین کا اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔ (ملخصاً)

امام شمس الدین السخاوی رحمتہ اللہ علیہ ''مقاصد حسنہ'' میں فرماتے ہیں!

''قد قال ابن عبدالبر انھم یتساھلون فی الحدیث اذا کان من فضائل الاعمال''. (السخاوی، امام شمس الدین، المقاصد الحسنہ، بیروت ، دارالکتب العلمیہ، س ن، ص ۴۰۵)

ترجمہ۔ بے شک ابن عبدالبر نے کہا کہ علماء حدیث میں تساہل فرماتے ہیں جب کہ فضائل کے بارہ میں ہو۔

امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد بابن الہمام رحمتہ اللہ علیہ (پ ۷۹۰ھ۔ف ۸۶۱ھ) ''فتح القدیر'' میں فرماتے ہیں!

''الضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی فضائل الاعمال'' (محمد، امام کمال الدین، فتح القدیر [ج ۱]: سکھر، مکتبہ نوریہ رضویہ، س ن، ص ۳۰۳)

ترجمہ۔ یعنی فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے گا لیکن وہ موضوع نہ ہو۔

امام محدث حافظ ابو عمرو ابن صلاح رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۶۴۲ھ/۱۲۴۴ء) ''علوم الحدیث'' میں فرماتے ہیں!

''یجوز عنہ اھل الحدیث وغیرہ ھم التساھل فی الاسانید وروایۃ ماسویٰ الموضوع من انواع الاحادیث الضعیفۃ من غیر اھتمام ببیان ضعفھا فیما سوی صفات اللہ تعالیٰ و احکام الشریعۃ من الحلال والحرام وغیرھما، ذلک کالمواعظ والقصص، وفضائل الاعمال وسائر فنون الترغیب والترھیب وسائر مالا تعلق لہ بالاحکام والعقائد وممن روینا عنہ تنصیص علی التساھل فی نحو

ذلک عبدالرحمن بن مهدی واحمدبن حنبل رضی اللہ عنہما"۔ (ابن صلاح، امام محدث حافظ ابوعمرو، مقدمہ ابن صلاح: ملتان، فاروقی کتب خانہ، س ن، ص ۴۹)

ترجمہ۔ محدثین وغیرہم علماء موضوع کے سوا ہر قسم کی سندوں اور روایات میں تساہل سے کام لیتے ہیں جنکا تعلق صفات الٰہی، عقائد واحکام اور حلال وحرام سے نہ ہو اور امام عبدالرحمٰن بن مہدی وامام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما سے اس کی تصریح منقول ہے کہ مواعظ وقصص اور فضائل واعمال اور ترغیب وترھیب اور جن احادیث کا تعلق عقائد واحکام سے نہ ہو ان میں تساھل سے کام لیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ "کتاب الاذکار" میں فرماتے ہیں!

"قال العلماء من المحدثین والفقہاء وغیرھم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا"۔ (النووی، شیخ الاسلام امام ابوزکریا، کتاب الاذکار: بیروت ، دارالکتب العربیہ س ن، ص ۷)

ترجمہ۔ محدثین وفقہاء وغیرھم علماء نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بری بات سے خوف دلانے میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ومستحب ہے جب کہ موضوع نہ ہو۔

علامہ کمال الدین ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ "فتح القدیر" میں فرماتے ہیں!

"الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع" (محمد، امام کمال الدین، فتح القدیر [ج ۲]: ص ۹۵)

ترجمہ۔ ضعیف حدیث سے جو کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی (م ۹۵۶ھ/ ۱۵۴۹ء) "غنیتہ المستملی فی شرح منیتہ المصلی" میں فرماتے ہیں!

یستحب ان یمسح بدنہ بمندیل بعد الغسل) لماروت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرقۃ یتنشف بھا بعد الوضوء رواہ الترمذی وھو ضعیف ولکن یجوز العمل بالضعیف فی الفضائل. (الحلبی، علامہ ابراہیم، غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی: لاہور، سہیل اکیڈمی، س ن، ص ۵۲)

ترجمہ۔ "(نہا کر رومال سے بدن پونچھنا مستحب ہے) جیسا کہ ترمذی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے بعد رومال سے اعضاء مبارک صاف فرماتے، ترمذی نے روایت کیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں ضعیف پر عمل روا ہے۔

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ "موضوعات کبیر" میں حدیثِ مسح گردن کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں!

"الضعیف یعمل بہ الفضائل الاعمال اتفاقا ولذاقال ائمتنا ان مسح الرقبۃ مستحب اوسنۃ" (القاری، ملا علی، موضوعات کبیر: دہلی، مطبع مجتبائی، س ن، ص ۶۳، حدیث مسح الرقبۃ)

ترجمہ۔ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے، اسی لئے ہمارے آئمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "طلوع الثریا باظھار ماکان خفیا" میں فرماتے ہیں!

"استحبہ ابن الصلاح وتبعہ النووی نظر الی ان الحدیث الضعیف یتسامح بہ فی فضائل الاعمال"۔ (السیوطی، امام جلال الدین، الحاوی للفتاویٰ [ج ۲]: بیروت، دارالفکر، س ن، ص ۱۹۱)

ترجمہ۔ (تلقین کو) امام ابن الصلاح اور پھر امام نووی نے اس نظر سے مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف

کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

الامام المحدث الحافظ ابن الصلاح شہرزوری رحمۃ اللہ علیہ ''مقدمہ ابن صلاح'' میں فرماتے ہیں!

"اذا قالوا فی حدیث انه غیر صحیح فلیس ذلک قطعا بانه کذب فی نفس الامر اذقد یکون صدقا فی نفس الامر وانما المراد به لم یصح اسناده علی الشرط المذکور". (ابن صلاح، امام محدث حافظ ابوعمرو، مقدمہ ابن صلاح: ص ۸)

ترجمہ۔ محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس حدیث کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا، اس لئے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے، اس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اس کی سند اس شرط پر نہیں جو کہ محدثین نے صحت کے لئے مقرر کی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب 'تدریب الراوی' میں فرماتے ہیں!

"اذا قیل حدیث ضعیف فمعناه لم یصح اسناده علی الشرط المذکور لا انه کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب" (ملخصاً) (السیوطی، امام جلال الدین، تدریب الراوی شرح تقریب النواوی [ج ا]: لاہور، دارالنشر الکتب اسلامیہ، س ن، ص ۷۵، ۷۶)

ترجمہ۔ کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی اسناد شرط مذکور پر نہیں، نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے، ممکن ہے کہ جھوٹے نے سچ بولا ہو۔ (ملخصاً)

علامہ کمال الدین ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

"ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما هو باعتبار السند ظنا اما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح و صحة الضعیف" (محمد، امام کمال الدین، فتح القدیر [ج ا]: ص ۳۸۹)

ترجمہ۔ حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے، واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط ہو اور ضعیف صحیح ہو۔

اسی کتاب ''فتح القدیر'' میں لکھتے ہیں!

"لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل مالم یثبت بالشروط المعتبرة عند اهل الحدیث مع تجویز کونه صحیحاًفی نفس الامر فیجوز ان یقترن قرینة تحقق ذلک، وان الراوی الضعیف اجاد فی هذا المتن المعین فیحکم به." (ایضاً ص ۲۶۶)

ترجمہ۔ ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں محدثین نے اعتبار کیں ان پر پوری نہ اُتری، اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو، تو ممکن ہے کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کر دے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے، اس وقت باوصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم کر دیا جائے گا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ''موضوعات کبیر'' میں فرماتے ہیں!

"المحققون علی ان الصحةوالحسن والضعف انما هی من حیث الظاهر فقط مع احتمال کون الصحیح موضوعا وعکسه کذا افاده الشیخ ابن حجر مکی". (القاری، ملا علی موضوعات کبیر: دہلی، مطبع مجتبائی، س ن؟؟ ص ۶۸، زیر حدیث، من بلغہ عن اللہ شئی الخ)

ترجمہ۔ محققین فرماتے ہیں صحت و حسن و ضعف سب بنظر ظاہر ہیں، واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور موضوع صحیح ہو، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے افادہ فرمایا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تو اپنی کتاب ’’تدریب الراوی‘‘ میں یہاں تک فرماتے ہیں!

’’ویعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط‘‘ (السیوطی ، امام جلال الدین ، تدریب الراوی شرح تقریب النواوی [ج ۱]: ص ۲۹۹)

ترجمہ۔ حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائے گا جب کہ اس میں احتیاط ہو۔

علامہ محمد ابراہیم بن محمد حلبی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء) اپنی کتاب ’’غنیۃ المستملی‘‘ میں فرماتے ہیں!

’’الاصل ان الوصل بین الاذان والاقامۃ یکرہ فی کل الصلوٰۃ لما روی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لبلال اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدروا اجعل بین اذانک واقامتک قدر مایفرغ الآکل من اکلہ فی غیر المغرب والشارب من شربہ والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجۃ وھو وان کان ضعیفا لکن یجوز العمل بہ فی مثل ھذا الحکم‘‘ (الحلبی ، علامہ ابراہیم ، غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی: ص ۳۷۶۔۳۷۷)

ترجمہ۔ یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہہ دینا مطلقاً سب نمازوں میں مکروہ ہے، اس لئے کہ ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اذان ٹھہر ٹھہر کر کہا کرو اور تکبیر جلد جلد، اور دونوں میں اتنا فاصلہ رکھ کہ کھانے والا کھانے سے (مغرب کے علاوہ) اور پینے والا پینے اور ضرورت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے، یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے (امام ترمذی نے فرمایا ھو اسناد مجہول، یہ سند مجہول ہے) مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے۔ (ملخصاً، منیر العین از امام احمد رضا بریلوی، مشمولہ فتاویٰ رضویہ [ج ۵]: جدید اڈیشن، رضا فاؤنڈیشن لاہور، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء، ص ۴۹۷)

ضعیف حدیث سے نفرت کیوں؟

ضعیف حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ یہ جھوٹی یا گھڑی ہوئی حدیث ہوتی ہے، بلکہ محدثین کے نزدیک راویوں کی صفات کے اعتبار سے حدیث کی تین قسمیں ہیں! (۱) صحیح (۲) حسن (۳) ضعیف۔

تفصیل میں جائے بغیر آپ اتنا سمجھ لیں کہ حدیث ’’صحیح‘‘ راویوں کے اوصاف کے لحاظ سے اعلیٰ ترین قسم ہے، تو ’’لایصح‘‘ کا معنی یہ ہوا کہ یہ حدیث روایت کے اعلیٰ درجہ پر فائز نہیں، اس لئے یہ حدیث ’’حسن‘‘ بھی ہو سکتی ہے اور حدیث ’’ضعیف‘‘ بھی۔ محدثین نے محض احتیاط کی بنا پر ضعیف حدیث کا درجہ پہلی دو یعنی حدیث صحیح اور حسن سے کچھ کم رکھا ہے، اس سے عقائد اور احکام ثابت نہیں ہوتے یعنی عقائد اور احکام کے معاملہ میں کام نہیں دیتی، لیکن فضائل اعمال میں علی الاتفاق اجماعاً معتبر ہے، اس بات کا انکار جہالت وحماقت ہے، محدثین تو ضعیف کو معتبر مانیں مگر جہلاء اس کو غیر معتبر بتائیں۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے۔

ضعیف حدیث پر عمل کرنے سے صرف اس لئے اجتناب کرنا کہ یہ تو ضعیف ہے، ایسا خیال رکھنا درست نہیں، اس کے متعلق ایک عبرت آموز واقعہ ملاحظہ فرمائیں!

ایک ضعیف حدیث میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ!

’’من احتجم یوم الاربعاء ویوم السبت فاصابہ برص فلا یلو من الانفسہ‘‘ (الکامل لابن عدی [ج ۴]: سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ ، المکتبۃ الاثریہ ۱۴۴۶، من ابتداء اسمہ عین، عبداللہ بن زیاد)

یعنی جو بدھ یا ہفتہ کے دن پچھنے لگائے پھر اس کے بدن پر سفید داغ ہو جائے تو اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ’’لآلی المصنوعہ‘‘ میں ’’کتاب المرض والطب‘‘ کے آخر میں اور

"التعقبات علی الموضوعات" کے باب الجنائز میں نقل فرماتے ہیں!

"سمعت ابی یقول سمعت ابا عمرو محمد بن جعفر بن مطر النیسابوری قال قلت یوما ان هذا الحدیث لیس بصحیح فافتصدت یوم الاربعاء فاصابنی البرص فرائیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاک والا ستهانة بحدیثی فقلت تبت یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانتبهت وقدعا فانی اللہ تعالیٰ وذهب ذلک عنی". (السیوطی، امام جلال الدین، لآلی المصنوعہ [ج۲] : قاہرہ، مطبع ادبیہ، س ن، ص ۲۱۹)

ترجمہ۔ ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی، بدھ کا دن تھا، خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں، لہٰذا فصد لے لی، فوراً برص کا مرض ہوگیا، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا، انہوں نے توبہ کی، آنکھ کھلی تو اچھے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "لآلی المصنوعہ" میں فرماتے ہیں!

عربی سے ترجمہ۔ ہفتہ کے دن پچھنے لگوانے یعنی خون لینے کے بارے میں امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں کہ ابو معین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے چاہے، ہفتہ کا دن تھا، غلام سے کہا حجام کو بلالا، جب وہ چلا تو حدیث یاد آئی، پھر سوچ کر کہا کہ حدیث میں تو ضعف ہے، غرض کہ پچھنے لگالئے، برص کا مرض ہوگیا، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھ میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا، انہوں نے منت مانی کہ اللہ تعالیٰ اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا، صحیح ہو یا ضعیف، اللہ تعالیٰ نے شفا بخشی۔ (ایضاً)

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (۹۷۹۔۱۰۶۹ھ/۱۵۷۱۔۱۶۵۹ء) اپنی کتاب "نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض" میں فرماتے ہیں!

عربی سے ترجمہ۔ "یوں ہی ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن ناخن کتروانے کے بارے میں آیا ہے کہ یہ مورث برص ہوتا ہے، بعض علماء نے کتروائے، کسی نے بربنائے حدیث منع کیا، فرمایا حدیث صحیح نہیں، چنانچہ فوراً برص میں مبتلا ہوگئے، خواب میں حضور پرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم نے سنا نہ تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے، عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی، ارشاد ہوا! تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی، یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہوگئے اور اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر مخالفت نہ کروں گا"۔ (خفاجی المصری، علامہ شہاب الدین، نسیم الریاض [ج۱] : بیروت، دارالفکر، س ن، ص ۳۴۴)

اس مذکورہ واقعہ میں جو "بعض علماء" لکھا ہے تو یہ بعض علماء سے مراد علامہ امام ابن الحاج مکی مالکی (متوفی ۷۳۷ھ/۱۳۳۶ء) رحمۃ اللہ علیہ ہیں، علامہ طحطاوی مصری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۱ھ/۱۸۱۵۔۱۶ء) "حاشیہ درمختار" میں فرماتے ہیں!

عربی سے ترجمہ۔ "بعض میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن ترشوانے والے کو برص کی بیماری عارض ہوجاتی ہے، مشہور کتاب "مدخل" کے مصنف علامہ ابن الحاج مکی کے بارے میں ہے کہ انہوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انہیں یہ منع والی بات یاد دلائی گئی تو انہوں نے اسے ترک کردیا، پھر خیال آیا کہ ناخن کتروانا سنت ثابتہ ہے اور اس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں، لہٰذا انہوں نے ناخن کاٹ لئے تو انہیں برص عارض ہوگیا، خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، سرکار دوعالم نے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کیا تو نے نہیں سنا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے، عرض کیا یارسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم وہ حدیث میرے نزدیک صحیح نہ تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا سن لینا ہی کافی ہے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جسم پر اپنا دست مبارک پھیرا تو تمام برص زائل ہوگیا، ابن الحاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔ (طحطاوی، حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار [ج ۴]: بیروت، دار المعرفۃ، س ن، ص ۲۰۲، فصل فی البیع)

دیکھئے یہ حدیثیں بلحاظ سند کیسی ضعیف تھیں اور واقع میں ان کی وہ شان کہ مخالفت کرتے ہی فوراً تصدیقیں ظاہر ہوگئیں، اللہ تعالیٰ منکرین فضائل کو بھی تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق بخشے اور حدیث کو ہلکا سمجھنے سے نجات دے آمین۔

(ضعیف حدیث اور علمائے دیوبند)

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں!

''ایک مرتبہ مولانا رشید احمد گنگوہی نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ مولانا محمد قاسم کو گلاب سے زیادہ محبت تھی، جانتے بھی ہو کیوں تھی، ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک حدیث ضعیف میں آیا ہے کہ گلاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرق (پسینے) سے بنا ہوا ہے، فرمایا ہاں، اگرچہ حدیث ضعیف ہے مگر ہے تو حدیث''۔ (اشرف علی تھانوی، ارواح ثلثہ: لاہور، اسلامی اکادمی، ۱۹۷۶ء، ص ۲۹۰، حکایت نمبر ۲۸۶)

مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں!

''روایات ضعیفہ کے لئے فضائل اعمال میں گنجائش ہے'' (ایضاً، الافاضات الیومیہ من افادات القومیہ (حصہ ہفتم جز ثانی): تھانہ بھون، تالیفات اشرفیہ س ن، ص ۴۵۵، ملفوظ نمبر ۵۵۵)

مولانا رشید احمد گنگوہی (۱۲۴۴۔۱۳۲۳ھ / ۱۸۲۹۔۱۹۰۵ء) اور مفتی محمد شفیع دیوبندی (۱۳۱۴۔۱۳۹۶ھ / ۱۸۹۷۔۱۹۷۶ء) لکھتے ہیں!

''علماء کا اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث فضائل اعمال میں قابل قبول ہے'' (رشید احمد گنگوہی کے درس حدیث کے افادات پر مشتمل، لامع الداری شرح بخاری: ص ۱۵۴) (مفتی محمد شفیع دیوبندی، تاریخ اسلام مع جوامع الکلم: ملتان، مکتبہ امدادیہ، س ن، ص ۳۹۶)

مولوی محمد زکریا سہارنپوری (سابق امیر تبلیغی جماعت ومؤلف تبلیغی نصاب وفضائل اعمال) (۱۳۱۵۔۱۴۰۲ھ / ۱۸۹۸۔۱۹۸۲ء) ضعیف حدیث کے متعلق لکھتے ہیں!

''فضائل اعمال میں محدثین نے ایسی روایات کو جائز قرار دیا ہے'' (سہارنپوری، مولوی محمد زکریا، کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات: رائے ونڈ، مکتبہ دینیات رائے ونڈ، س ن، ص ۱۳۳)

مولوی سرفراز خاں صفدر (ولادت: ۱۹۱۴ء) لکھتے ہیں!

''محدثین کرام کے ہاں یہ طے شدہ بات ہے کہ عقیدہ کے باب میں خبر واحد صحیح بھی معتبر نہیں، اور حلال وحرام اور طلاق ونکاح وغیرہ کے سلسلہ میں صحیح یا حسن خبر ہی قابل احتجاج ہوسکتی ہے، باقی جواز واستحباب کے لئے ضعیف حدیث بھی قابل عمل ہے، چنانچہ امام نووی لکھتے ہیں کہ ''وقال العلماء من المحدثین والفقہاء وغیرھم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا، الخ'' (کتاب الاذکار، صفحہ ۷، طبع مصر) ترجمہ۔ علماء محدثین اور فقہاء وغیرھم یہ فرماتے ہیں کہ فضائل اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث کے ساتھ عمل جائز اور مستحب ہے بشرطیکہ موضوع نہ ہو''۔ (صفدر، مولوی سرفراز خاں، تسکین الصدور: گوجرانوالہ، ناشر مکتبہ صفدریہ، ۱۹۸۶ء، صفحہ ۳۶۸)

مدرسہ خیر المدارس (ملتان) کے مفتیوں کا فتویٰ!

’’فضائل کے باب میں ضعیف حدیث سے استدلال ہو سکتا ہے‘‘ (جالندھری، مولوی خیر محمد، خیر الفتاویٰ [ج ا]: مرتبہ، مفتی محمد انور، ملتان، ناشر مکتبہ امدادیہ، ۱۹۸۷ء، ص ۲۷۹)

ضعیف حدیث اور غیر مقلدین

غیر مقلدین وہابی کہا کرتے ہیں کہ ضعیف حدیث تو معتبر ہی نہیں ہوتی اور اہل سنت کو طعنہ دیا کرتے ہیں کہ یہ تو بس ضعیف حدیثوں کو مانتے ہیں، ان کا سارا عقیدہ ہی ضعیف ہے۔

ان جاہلوں کو اتنا شعور نہیں کہ عقیدہ کیا چیز ہے اور عمل کسے کہتے ہیں، الحمدللہ اہل سنت و جماعت کے عقائد قطعیہ واصولیہ، آیات قرآنیہ، احادیث صحیحہ اور تعامل صحابہ سے ثابت ہیں، باقی رہ گیا فروعی معاملات اور فضائل و مسائل کا معاملہ تو اس بارے میں صرف اہل سنت ہی نہیں غیر مقلدین وہابی بھی ضعیف احادیث پر عمل پیرا ہیں مثلاً مولوی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد (۱۲۸۵۔۱۳۶۷ھ/۱۸۶۸۔۱۹۴۸ء) سے سوال کیا گیا کہ!

’’ضعیف حدیث کا معنی کیا ہے، ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں‘‘۔ جواب میں کہتے ہیں!

’’ضعیف کے معنی ہیں جس میں صحیح کی شرائط نہ پائی جائیں، وہ کئی قسم کی ہوتی ہے، اگر اس کے مقابل میں صحیح نہیں تو اس پر عمل کرنا جائز ہے، جیسے نماز کے شروع میں سبحانک اللّٰھم الخ پڑھنے والی حدیث ضعیف ہے مگر عمل ساری امت کرتی ہے‘‘ (امرتسری، مولوی ثناء اللہ، فتاویٰ ثنائیہ [ج ۲]: لاہور، ادارہ ترجمان السنۃ س ن، ص ۷۶، باب ہفتم مسائل متفرقہ)

اسی فتاویٰ میں موجود ہے!

’’بعض ضعیف احادیث کی رو سے تکبیرات جنازہ کے ساتھ رفع یدین کرنا جائز ہے‘‘ (ایضاً، ص ۵۰)

مولوی نذیر حسین دہلوی غیر مقلد (م ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) کہتے ہیں کہ ضعیف حدیث قابل عمل ہوتی ہے اور یہ کہ ضعیف حدیث کو موضوع نہیں کہنا چاہیے، چنانچہ لکھتے ہیں کہ!

’’دوسری روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ کے نکاح کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا، انہوں نے چار پانچ مد کا کھانا تیار کیا، اور ایک اونٹ ذبح کیا گیا، ولیمہ ہوا، پھر لوگ جماعت جماعت ہو کر کھانے کے لئے آنے لگے، جب سب کھا چکے تو پھر بھی کھانا بچ گیا، آپ نے وہ کھانا اپنی بیویوں کے پاس بھجوا دیا، اور فرمایا خود بھی کھاؤ اور جس کو چاہو کھلاؤ۔ پہلی حدیث کی سند میں جابر جعفی ضعیف ہے اور شیعہ ہے اور (اس) دوسری حدیث کی سند بھی ضعیف ہے لیکن بہر حال یہ دونوں حدیثیں موضوع نہیں ہیں اور ان سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ دلہن یا دلہن کے لواحقین کی طرف سے کھانا کھلایا جا سکتا ہے اور اس کا نام بھی دعوت ولیمہ یا دعوت عروس ہے‘‘۔ (دہلوی، مولوی نذیر حسین، فتاویٰ نذیریہ [ج ۳]: لاہور، اہل حدیث اکادمی، ۱۹۷۱ء، ص ۵ [ایضاً]، فتاویٰ نذیریہ [ج ا]: ص ۳۰۵، کتاب العلم)

دوسری جگہ ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں!

’’اے اللہ مجھ کو مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ‘‘ الحدیث، اس کو ترمذی نے انس سے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے اور ابن ماجہ نے ابوسعید سے روایت کیا ہے اور اس کی سند بھی ضعیف ہے، مستدرک حاکم میں اس کے اور بھی طرق ہیں اور بیہقی نے اس کو عبادہ بن صامت سے روایت کیا ہے اور ابن جوزی نے زیادتی کی جو اس کو موضوع لکھ دیا‘‘۔ [ایضاً]

مولوی ابوعبدالسلام عبدالرؤف بن عبدالحنان (غیر مقلد) لکھتے ہیں!

’’حضرت بلال کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اذا اذنت فترسل و اذا اقمت فاحدر یعنی اذان ٹھہر

ٹھہر کراور اقامت جلد کہا کرو، ترمذی، عقیلی، طبرانی، ابن عدی، بیہقی کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی اسے بیان کیا ہے، تاہم یہ حدیث بالکل ضعیف ہے، اسے ابن حجر، ذہبی، عراقی، ترمذی، بیہقی، دار قطنی وغیرہ آئمہ نقاد نے نہایت ضعیف قرار دیا ہے“۔ (عبدالروف، مولوی ابو عبدالسلام، القول المقبول فی تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول: سندھو بلوکی (ضلع قصور) دارالاشاعت اشرفیہ، ۱۹۹۷ء، ص ۲۹۰)

ضعیف ہونے کے باوجود اس حدیث پر ساری امت وھابیہ عمل کررہی ہے۔

تکبیر میں ”قد قامت الصلوٰۃ“ کے جواب میں ” اقا مہا اللہ و ادامہا “ کہنا، اس حدیث کے متعلق مولوی عبدالرؤف غیر مقلد لکھتا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ (ایضاً ص ۲۹۸)

نماز میں ہاتھ سینے پر باندھنے کی حدیث ضعیف ہے (ایضاً ص ۳۴۲)

تمام غیر مقلد وھابی اس ضعیف حدیث پر سختی سے عمل کررہے ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں قنوجی غیر مقلد (۱۲۴۸۔ ۱۳۰۷ھ / ۱۸۳۲۔ ۱۸۹۰ء) لکھتے ہیں!

”احادیث ضعیفہ در فضائل اعمال معمول بہا است“ (بھوپالی، نواب صدیق حسن خاں، مسک الختام شرح بلوغ المرام: بھوپال، ۱۳۰۶ھ، ص ۵۷۲)

ترجمہ۔ احادیث ضعیف فضائل اعمال میں قابل قبول ہیں۔

مولوی نذیر حسین دہلوی غیر مقلد اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں!

”ضعیف حدیث فضائل میں مقبول ہے اور اس کو موضوع نہیں کہنا چاہئے“ (دہلوی، مولوی نذیر حسین دہلوی، فتاویٰ نذیریہ [ج ۱]: ص ۳۰۳، کتاب العلم)

مولوی عبداللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں!

”فضائل اعمال میں ضعیف بھی معتبر ہے“ (روپڑی، مولوی عبداللہ روپڑی، فتاویٰ اہل حدیث [ج ۲]: لاہور، ص ۱۳۷)

مولوی عبداللہ روپڑی (۲۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۸۴ھ / ۱۸۸۴۔ ۱۹۶۴ء) سے کسی نے سوال کیا کہ شب برأت کے روزے والی حدیث ضعیف ہے، کیا روزہ رکھنا درست ہے؟۔

مولوی صاحب جواب میں لکھتے ہیں!

”شبرات کا روزہ رکھنا افضل ہے چنانچہ مشکوٰۃ وغیرہ میں حدیث موجود ہے، اگرچہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل درست ہے“۔ (ایضاً، فتاویٰ اہل حدیث [ج ۲]: ص ۳۱۸)

مولوی عبدالغفور اثری غیر مقلد، ضعیف حدیث پر عمل کے بارے میں امام سخاوی علیہ الرحمہ کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

”بعض محدثین کرام کے طریقہ کے مطابق ضعیف روایت بالخصوص جب کہ وہ متعدد طرق سے نقل کی جائے، فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب میں قابل عمل ہوتی ہے جیسا کہ علامہ سخاوی رقمطراز ہیں:

”قال شیخ الاسلام ابو زکریا النووی رحمہ اللہ فی الاذکار، قال العلماء من المحدثین والفقہاء وغیرہم: یجوز ویستحب العمل فی الفضائل و الترغیب و الترہیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعاً“ (القول البدیع ص ۲۵۸)“ (اثری، مولوی عبدالغفور، احسن الکلام: سیالکوٹ، اہل حدیث یوتھ فورس، ۱۹۹۵ء، ص ۴۳، ۴۴)

مولوی عبدالغفور اثری نے جو اپنا من گھڑت فیصلہ دیا ہے کہ ''بعض محدثین'' کے طریقہ کے مطابق ضعیف روایت قابل عمل ہوتی ہے، تو اس کی کوئی حیثیت نہیں، مولوی صاحب کو چاہیئے تھا کہ اُن بعض محدثین کے نام لکھتے، امام سخاوی علیہ الرحمہ نے ''بعض محدثین'' نہیں کہا، فضائل و مناقب میں باالتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے، ان لوگوں کا آخرت پر ایمان نہیں اگر حشر کے دن اللہ تعالٰی کے سامنے جواب دینے کا ڈر خوف ہوتا تو عبارات میں خیانتیں کیوں کرتے، امام سخاوی علیہ الرحمہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ!

''شیخ الاسلام ابوزکریا نووی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب الاذکار میں کہا ہے کہ کہا علماء اور محدثین اور فقہاء وغیرہ نے کہ جائز اور مستحب ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے لیکن وہ موضوع نہ ہو''۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جس حدیث کے متعلق محدثین یہ کہہ دیں کہ یہ صحیح نہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ یہ حدیث ہی نہیں، یا یہ کسی کام کی نہیں، یا قابل نفرت ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جائے گا کہ یہ ضعیف ہے، اور ضعیف حدیث کے متعلق آپ نے ساری بحث دیکھ لی کہ یہ قابل عمل ہے۔

اذان میں آقا نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھے یا انگلیوں کے پورے چومنا ضعیف حدیث سے ثابت ہے، تو پھر عمل کرنے سے انکار کیوں کیا جاتا ہے؟ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی ہونے اور تعظیم رسول سے دشمنی کی اس سے بڑی نشانی اور کیا ہے؟۔

جب دلائل کا کوڑا برسا تو زخموں کو چاٹتے ہوئے سوچنے لگے کہ شان مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ماننا ہی نہیں، کیوں نہ ڈھیٹ بن کر اس حدیث ہی کو موضوع کہہ دیں، کہ اس جھوٹ کے بغیر بات نہیں بنے گی، لہذا خوف خدا سے عاری ان لوگوں نے بے شرمی سے یہ جھوٹ گھڑا کہ امام جلال الدین سیوطی اپنی کتاب ''تیسیر المقال'' میں لکھتے ہیں کہ اس بارے میں جتنی حدیثیں ہیں وہ سب موضوع اور من گھڑت ہیں۔ چلو چھٹی ہوئی۔ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔

یہ جھوٹی عبارت گھڑنے والا سب سے پہلا شخص مولوی قاضی بشیر الدین قنوجی ولد نورالدین ہے، مولوی بشیر الدین ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۸ء میں ریاست قنوج (بھوپال، ہندوستان) میں پیدا ہوئے، ۱۲۷۳ھ میں فوت ہوئے، ان کی تصانیف میں ''کشف المبہم (شرح مسلم الثبوت)، حاشیہ کنزالدقائق، غایۃ الکلام فی ابطال عمل المولد والقیام، احسن المقال فی شرح حدیث لاتشد الرحال، بصارۃ العینین فی منع تقبیل الابھامین اور تفہیم المسائل وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔ (رحمٰن علی، تذکرہ علمائے ہند: ترجمہ و تحقیق، پروفیسر محمد ایوب قادری، کراچی، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۱۹۶۱ء، ص ۵۶۴) (نوشہروی، ابویحیٰی امام خان، تراجم علمائے حدیث ہند: کراچی، مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ، عکس مطبوعہ جید پریس دہلی ۱۹۳۸ء، ص ۳۲۹) (راشدی، بدیع الدین، مقدمہ، ہدایۃ المستفید ...اردو ترجمہ..فتح المجید شرح کتاب التوحید: لاہور، انصار السنۃ المحمدیہ، ۱۹۷۵ء، ص ۵۶)

سب سے پہلے اس شخص نے اپنی کتاب ''بصارۃ العینین فی منع تقبیل الابھامین'' میں ایک کتاب کا جعلی نام ''تیسیر المقال'' گھڑا اور اسے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا، اس سے پہلے اور آج تک دنیا کی کسی زبان کی کسی کتاب میں یہ نام اور یہ حوالہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کتاب کا وجود ہے۔ یہی حوالہ اس نے اپنی کتاب حاشیہ کنزالدقائق کے صفحہ ۱۰ پر بھی لکھا[۸۰] اس کے علاوہ اس نے ''خیر جاری شرح صحیح بخاری'' از محمد یعقوب بنانی، شرح رسالہ عبدالسلام لاہوری، از علامہ ابواسحاق بن عبدالجبار کابلی، اقوال الاکاذیب، از امام ابوالحسن عبدالفاخر فارسی، الدرۃ المنتشرہ از امام جلال الدین سیوطی کی عبارتوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ انگوٹھے یا انگلیوں کے پورے چومنے والی احادیث موضوع ہیں۔ (نیلوی، مولوی محمد حسین، خیر الکلام: ص ۱۰۰)

مولانا نواب سلطان احمد قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳/اپریل ۱۹۳۲ء) اپنی کتاب ''سیف المصطفٰے علی

ادیان الافتراء" میں مولوی بشیر الدین قنوجی کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

"یہ حضرت باایں دعویٰ ورع وتقویٰ اس فن تراش خراش میں سب سے پانچ قدم آگے ہیں، مشہور کتابوں کی عبارتیں کا یا پلٹ کرنا، جملے کے جملے صاف اڑا جانا، لفظ کے لفظ بے تکان بڑھا دینا، محض بے اصل حوالہ کرنا، علماء کتب کے اسماء بلکہ کسی نام سے پورا رسالہ لکھنا، عند المطالبہ تصنیف ومصنف کے اعتماد بلکہ وجود عالم ایجاد کا ثبوت نہ دے سکنا حضرت کے بائیں ہاتھ کا کام ہے"۔ (بریلوی، مولانا نواب سلطان احمد خاں قادری، سیف المصطفیٰ علی ادیان الافتراء: لاہور، نوری بکڈپو ص ۲۷)

پھر اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں!

"کتابوں کے فرضی نام بنالینا، معدوم تصنیفوں کے حوالے دینا حضرت کا قدیمی داب ہے، مدت ہوئی کہ دہلی میں اس کا قصہ ہو چکا اور رسالہ مستطابہ "افہام الغافل" میں جسے چھپے ہوئے تیس برس گزرے، وہ حال سب چھپ گیا، اس قسم کی کتابوں کا ان سے مطالبہ ہوا تھا، شاہ احمد سعید دہلوی نے رقعہ لکھے مگر صدائے برنخاست، نہ انہوں نے جواب دیا نہ ان کے موافقین کے لب کھلے، اور جس ذی علم سے پوچھا گیا یہی کہا کہ ہم نے ان کتابوں کو نہ دیکھا سنا، غرض کسی نے اتنا بھی پتہ نہ دیا کہ کبھی ان ناموں سے ہمارے کان آشنا ہوئے ہیں"۔ (ایضاً ص ۲۷)

مولانا نواب سلطان احمد خاں علیہ الرحمہ نے مولوی بشیر الدین قنوجی کی کتاب "تفہیم المسائل" سے ہیرا پھیریوں اور خیانتوں کے اکتیس حوالے دیئے ہیں، ایک حوالہ آپ بھی پڑھیئے!

"مولوی قنوجی نے اپنی کتاب تفہیم المسائل کے صفحہ ۷۲ پر انکار استمداد کے لئے "مطالب المومنین" سے نقل کیا "یکرہ الانتفاع بالقبر" یعنی قبر سے نفع اٹھانا مکروہ ہے، اور اس کا مطلب یہ گھڑا کہ قبور سے مدد مانگنا جائز نہیں، حالانکہ مطالب المومنین کی اصل عبارت یوں ہے "ویکرہ الانتفاع بالمقبرۃ وان لم تبق آثارہ" قبرستان سے فائدہ لینا مکروہ ہے اگرچہ اس کے آثار باقی نہ رہیں، ہر عربی خوان سمجھ سکتا ہے کہ یہاں زمین مقبرہ سے تمتع اور اُسے اپنے تصرف میں لانے کا ذکر ہے، اسی لئے اگرچہ کہہ کر ترقی کرتے ہیں کہ شاید قبروں کا نشان نہ رہنے کے بعد جواز انتفاع کا گمان ہو، لہذا تصریح کر دی کہ گو اثر نہ رہے، تاہم انتفاع روا نہیں، قنوجی کی کارسازی دیکھئے پچھلے جملے کو جس سے اُن کے گھڑے ہوئے، انگڑھ مطلب کا صریح رد ہوتا تھا، صاف ہضم فرما گئے اور جھٹ مقبرہ کی قبر بنا کر اتنی لکھ دیا"۔ (ایضاً ص ۲۹)

مولوی بشیر الدین قنوجی کی کتاب "بصارۃ العینین فی منع تقبیل الابہامین" کے یہ سارے حوالے وھابیہ کے شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی غیر مقلد کے فتاویٰ نذیریہ، جلد اوّل، کتاب الاعتصام بالسنۃ، سے من وعن نقل کر دیئے گئے ہیں[۹۱]، اور فتاویٰ نذیریہ کا نام لئے بغیر یہی حوالے دیوبندی مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی (سرگودھا، پاکستان) نے اپنی کتاب "خیر الکلام فی تقبیل الابہام" میں درج کئے، اب ان کے دلائل کا تجزیہ کرتے ہیں!

مولوی نذیر حسین دہلوی غیر مقلد سے تقبیل ابہامین (یعنی انگوٹھے چومنے) کے متعلق ایک سوال ہوا (فتاویٰ نذیریہ میں سوال درج نہیں ہے) اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں!

"مستفتی نے جتنی حدیثیں تقبیل عینین کے بارے میں لکھی ہیں، ساری بے اصل اور موضوعات ہیں، شیخ جلال الدین سیوطی نے تیسیر المقال میں لکھا ہے "الاحادیث التی رویت فی تقبیل الانامل وجعلہا علی العینین عند سماع اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المؤذن فی کلمۃ الشہادۃ کلہا موضوعات انتہی وقال الملا علی القاری فی رسالۃ الموضوعات لا اصل لہا"

نیچے حاشیہ میں اس عربی عبارت کا ترجمہ درج ہے!

"وہ تمام احادیث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مؤذن سے سن کر یا کلمہ شہادتین میں سننے پر انگلیوں کے چومنے اور پھر آنکھوں پر لگانے کے بارے میں آئی ہیں، وہ سب موضوع ہیں، ملا علی قاری نے بھی رسالہ "موضوعات" میں لکھا ہے

کہ ان کی کوئی اصل نہیں ہے"۔ (ملاحظہ فرمائیے: دہلوی ، نذیر احمد، فتاویٰ نذیریہ [ج ۱]: ص ۲۴۵ تا ۲۴۸)

مولوی نذیر حسین محدث دہلوی صاحب نے اپنے فتوے میں "تقبیل الابہامین" یعنی انگوٹھے چومنا، اور "تقبیل الانام" یعنی انگلیوں کے پورے چومنا" کے بجائے "تقبیل عینین" یعنی آنکھیں چومنا لکھا ہے۔ پتہ نہیں مولوی صاحب نے یہ کیا لکھ دیا، کیونکہ انگوٹھے یا انگلیوں کے پورے چوم کر تو آنکھوں سے لگائے جاسکتے ہیں، کیا غیر مقلدین بتائیں گے کہ آنکھوں کو کیسے چوما جاتا ہے، ہم نے تو نہ سنا نہ دیکھا کہ انسان اپنے لبوں سے اپنی آنکھوں کو چوم لے، چونکہ وہ محدث دہلوی ہیں اس لئے ان کو کون پوچھ سکتا ہے۔

پھر لکھتے ہیں! "(یہ حدیثیں) ساری بے اصل اور موضوعات ہیں" اس کی دلیل یہ دی کہ شیخ جلال الدین سیوطی نے تیسیر المقال میں لکھا ہے کہ اس بارے میں جتنی حدیثیں ہیں وہ سب موضوع ہیں۔

کیا غیر مقلدین اس کتاب کا وجود ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ کتاب فلاں ملک، فلاں شہر، فلاں لائبریری میں موجود ہے، مطبوعہ ہے یا مخطوطہ ہے۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے کتاب تیسیر المقال میں لکھا ہے کہ تقبیل الابہامین کی ساری حدیثیں صحیح ہیں، تو کیا غیر مقلد وہابی اور دیوبندی اس بات کو مان لیں گے؟ انصاف تو یہی ہے کہ مان لینا چاہیے کیونکہ انہوں نے بھی تو ایسے ہی لکھا ہے، اگر نہیں مانتے تو ہم کیسے مان لیں، تحقیق کی دنیا میں تو حوالوں کی چھان بین ہوتی ہے۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی تصانیف کی فہرستیں شائع ہو چکی ہیں، ان میں کہیں بھی اس کتاب کا نام نہیں ملتا۔

۱۔ فہرست مؤلفات سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، لاہور ، مطبع محمدی ، س ن ، صفحات ۱۲

۲۔ بغدادی ، اسمٰعیل پاشا ، ھدیۃ العارفین اسماء المؤلفین و آثار المصنفین من کشف الظنون [ج ۵] :بیروت ، دارالفکر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء، ص ۵۳۴ تا ۵۴۴۔

۳۔ چشتی ، عبدالحلیم ، فہرست تصانیف امام جلال سیوطی علیہ الرحمہ: مشمولہ، فوائد جامعہ برعجالہ نافعہ، کراچی ، نور محمد کارخانہ، ۱۹۶۱ء، ص ۱۶۵ تا ۱۸۰۔

۴۔ حال ہی میں مولانا محمد عبدالحلیم چشتی فاضل دارالعلوم دیوبند (کراچی) نے اپنی مرتب کردہ کتاب "تذکرۂ علامہ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ" مطبوعہ الرحیم اکیڈمی اے ۷/۷ اعظم نگر پوسٹ آفس لیاقت آباد کراچی، سن اشاعت ۱۴۲۱ھ، میں صفحہ ۲۷۰ تا ۳۶۹ پر تصانیف علامہ سیوطی کی تین جامع فہرستیں شائع کی ہیں، لیکن "تیسیر المقال" نامی کتاب کا دُور دُور پتہ نہیں۔

یہ لوگ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ سے آج ۱۴۲۶ھ تک ثابت نہیں کر سکتے کہ یہ جعلی کتاب امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے، ہاں احقر کی یہ کتاب پڑھ کر ان کا تعصب جوش مارے تو بعید نہیں کہ خوف خدا سے عاری یہ لوگ کوئی ایسا کرتب کر دکھائیں کہ اس جعلی کتاب کا نام علامہ سیوطی کی کسی فہرست تصانیف میں ملاوٹ کر دیں، کیونکہ جو لوگ حدیث کی چھ کتابوں کے مجموعہ صحاح ستہ کو بائبل پیپر پر خوبصورت انداز میں اٹلی (یورپ) سے چھپوا کر اس میں خیانت و تحریف کا کھیل کھیل سکتے ہیں، تو ایسی معمولی تحریف تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، صحاح ستہ کے مجموعہ میں تحریف کا واقعہ یہ ہے کہ نماز میں دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنے کی ایک حدیث ہے، جس کے سب راوی یعنی روایت کرنے والے ثقہ و معتبر ہیں، جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ سجدوں کے درمیان رفع یدین کب منسوخ و ممنوع ہوا حالانکہ یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے، تو جواب میں ان کی شکلیں دیکھنے کے قابل ہوتی ہیں اور ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا اور ہمارا جواب منسوخیت یہ پسند نہیں کرتے۔

آخر کار تنگ آ کر انہوں نے سوچا کہ اس حدیث کی سند کا ستیاناس ہی کیوں نہ کر دیں تاکہ آئندہ کوئی یہ حدیث پیش کرے تو ہم فوراً اپنے شائع کردہ اس نسخہ سے یہ حدیث نکال کر دکھا دیں کہ جناب اس حدیث کی سند کا تو راوی ضعیف ہے اور

پھر اپنی اس بے ایمانی پر خوشی سے بغلیں بجائیں، تو اب انہوں نے سوچا کہ دنیا بھر کے نسخوں میں تحریف کیسے کریں، کیوں نہ حدیث کی سند میں تحریف کرنے کے لئے ایک محرف نسخہ چھاپ لیں، سعودی ریال کے ہوتے ہوئے خرچہ کی کیا فکر، تو جناب ان لوگوں نے حدیث کی سند پر شب خون مار کر اس حدیث کے ثقہ راوی ''شعبہ'' (جسے امام بخاری امیر المومنین فی الحدیث کہیں) کا نام نکال کر اس کی جگہ ایک ضعیف راوی ''سعید'' کا نام لکھ دیا، یہ مجموعہ احادیث پاکستان میں غیر مقلدین وہابیوں کے کتب خانہ دارالسلام (جس کی ہر بڑے شہر میں شاخ ہے) سے ۲۵۰۰ روپے میں مل جاتا ہے، امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے!

اُف رے منکر یہ بڑھا جوش تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

(امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ القوی، حدائق بخشش، ص ۲۷)

ایک بات اور قابل غور ہے کہ مولوی نذیر حسین دہلوی صاحب نے ''تیسیر المقال'' کی جو عربی عبارت درج کی ہے، اس کے ساتھ ہی یہ عبارت بھی عربی میں درج ہے ''وقال الملا علی القاری فی رسالۃ الموضوعات لا اصل لھا'' مولوی نذیر حسین دہلوی نے اگر چہ علامہ سیوطی کی عبارت کے بعد ''انتہی'' لکھا ہے مگر مولوی نذیر حسین دہلوی یا فتاویٰ نذیریہ کے ناشرین نے اگلی عبارت کو اسی رسم الخط میں ساتھ ملا کر لکھا ہے، جس سے عام اردو پڑھا آدمی اس عبارت کو تیسیر المقال کی عبارت ہی سمجھتا ہے، علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا سن پیدائش ۸۴۹ھ اور سن وفات ۹۱۱ھ ہے، جب کہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا سن وفات ۱۰۱۴ھ ہے (کحالہ، عمر رضا، معجم المؤلفین [ج ۷]: بیروت، دار احیاء التراث العربی، س ن، ص ۱۰۰) اور ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی کتاب ''نزھتہ الخاطر الفاتر فی ترجمہ شیخ سیدی عبدالقادر'' کے مخطوطہ موجود کتب خانہ دار الکتب المصریہ، قاہرہ کا عکس ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء میں مکتبہ قادریہ لاہور سے شائع ہوا ہے اس میں سن وفات ۱۰۱۶ھ لکھا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی وفات ۹۱۱ھ میں ہوئی تو اس وقت یعنی ایک سو پانچ سال پہلے تو شاید شیخ ملا علی قاری علیہ الرحمہ پیدا بھی نہ ہوئے ہوں، تو اس وقت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی کتاب کا حوالہ کیسے دے دیا۔ کیا وہ مستقبل کا غیب جانتے تھے؟ مولوی نذیر حسین دہلوی کے اس علمی پہیلی کا جواب غیر مقلدین ہی بہتر دے سکتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ملا علی قاری کی کتاب ''موضوعات کبیر'' (عربی) عام دستیاب ہے، کراچی (پاکستان) میں اس کے دو اڈیشن ایک سادہ اور ایک تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکا ہے، اس کے علاوہ اس کتاب کے پرانے نسخے بھی دستیاب ہیں، آپ خوردبین لگا کر دیکھ لیں آپ کو ملا علی قاری کی کتاب ''موضوعات کبیر'' میں ''لا اصل'' کے الفاظ نہیں ملیں گے، افسوس ہوتا ہے اتنے بڑے بڑے مولوی اپنے جھوٹے مذہب کو سچا ثابت کرنے کے لئے اتنا بڑا جھوٹ کیوں بولتے ہیں؟ میرے خیال میں تو رسول دشمنی اور پیٹ کے دھندے کے لئے یہ سارا کھیل کھیلا جاتا ہے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی اپنے فتویٰ میں آگے لکھتے ہیں!

''اور محمد طاہر صاحب مجمع البحار اور علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ تقبیل عینین کے بارے میں جو حدیثیں آئی ہیں، وہ صحیح نہیں ہیں'' (دہلوی، مولوی نذیر حسین دہلوی، فتاویٰ نذیریہ [ج ۱]: ص ۲۴۲، کتاب الاعتصام بالسنۃ)

یہ بحث سابقہ صفحات میں گزر چکی ہے کہ علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی علیہ الرحمہ اور علامہ شوکانی غیر مقلد نے ان احادیث کے بارے میں ''لا یصح'' کہا ہے موضوع نہیں کہا، ہمارا تو یہ دعویٰ ہی نہیں کہ یہ صحیح ہیں، ہم تو کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں تو حسن ہیں یا ضعیف ہیں اور ضعیف حدیث فضائل میں مقبول ہے۔

پھر لکھتے ہیں!

''اسی واسطے مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے فتوے تقبیل العینین میں فرمایا کہ تقبیل عینین اگر سنت جان کر کرے تو بدعت ہے، کیونکہ حدیث صحیح اس باب میں آئمہ اربعہ و محدثین کبار سے نہیں پائی گئی'' (ایضاً ص ۲۴۲،۲۴۳)

پہلی بات تو یہ ہے کہ سراج الہند مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ (۱۱۵۹ـ۱۲۳۹ھ/۱۷۴۶ـ۱۸۲۳ء) کے فتووں کا مجموعہ ''فتاویٰ عزیزی'' کے نام سے فارسی اور اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے، اس میں کہیں اس فتوے ''تقبیل العینین'' کا نام و نشان نہیں ہے، اگر کہیں قلمی نسخہ ان کے علم میں ہے تو اسے منظر عام پہ لایا جائے، لیکن لائیں کہاں سے، اگر یہ فتویٰ ہوتا تو یہ اسے کبھی کا شائع کر دیتے، دوسری بات یہ کہ اہل سنت تو اسے فرض واجب اور سنت سمجھتے ہی نہیں، مستحب جانتے ہیں جیسا کہ فقہاء نے اسے مستحب کہا ہے، یہ حوالہ بھی پچھلے صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

پھر لکھتے ہیں!

''اور مولانا حسن علی محدث لکھنوی نے بھی اسی طرح اپنے فتوے تقبیل العینین میں لکھا ہے کہ ان حدیثوں کا کچھ اصل نہیں، اس لئے کہ آئمہ اربعہ و محدثین متقدمین کبار سے اس کی کچھ اصل ثابت نہیں، اور جو حدیث تقبیل عینین کی ابوبکر صدیقؓ سے مقاصد حسنہ میں فردوس دیلمی سے نقل کی ہے، اس حدیث کے راوی مجہول ہیں، جن کا حال معلوم نہیں، کہ وہ کیسے ہیں، اور جب تک کسی حدیث کے راوی کا حال معلوم نہ ہو، وہ حدیث پایۂ اعتبار سے ساقط ہے نزدیک محدثین کے، جیسا کہ کتب اصول حدیث شرح نخبۃ اور جواہر الاصول اور تدریب الراوی وغیرہ میں مذکور ہے''۔ (ایضاً ص ۲۴۳)

مولوی نذیر حسین دہلوی نے جن مولانا کا حوالہ دیا ہے، یہ مولانا مرزا حسن علی لکھنوی (وہابی) ولد عبدالعلی لکھنؤ میں پیدا ہوئے، جب مولوی اسماعیل دہلوی (۱۱۹۳ـ۱۲۴۶ھ/۱۷۷۹ـ۱۸۳۱ء) کے پیر سید احمد بریلوی (۱۲۰۱ـ۱۲۴۷ھ/۱۷۸۶ـ۱۸۳۱ء) لکھنؤ وارد ہوئے تو مرزا حسن علی نے سید احمد کی بڑی تعظیم و تکریم کی، اپنے مکان پر دو مرتبہ دعوت دی اور چند چیزیں نذر کیں، ۲۶ر صفر ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء کو فوت ہوئے۔ (ایضاً ص ۲۴۳)

مرزا حسن علی لکھنوی نے لکھا ہے کہ آئمہ اربعہ اور محدثین متقدمین سے اس کی کچھ اصل ثابت نہیں اور جو حدیث ابوبکر صدیق مقاصد حسنہ میں فردوس دیلمی سے نقل کی ہے اس کے راوی مجہول ہیں اور محدثین کے نزدیک یہ پایہ اعتبار سے ساقط ہے، تو جناب حدیث تو موجود ہے، رہا یہ اعتراض کہ اس کے راوی مجہول ہیں یعنی نا معلوم ہیں، اس کا جواب بھی قارئین پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ مجہول راویوں سے بھی حدیث موضوع نہیں ہوتی بلکہ زیادہ سے زیادہ ضعیف ہوگی اور ضعیف فضائل اعمال میں قابل اعتبار ہے جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ مرزا حسن علی لکھنوی اور قاضی بشیر الدین قنوجی (متوفی ۱۲۷۳ھ) ہم عصر اور ہم مسلک ہیں، ان کے اعتراضات بھی ایک جیسے ہیں۔

آگے لکھتے ہیں!

''اور کتاب فردوس دیلمی میں واہیات اور موضوعات تو دہ تو دہ مذکور ہیں جیسا مولانا شاہ عبدالعزیز بستان المحدثین میں فرماتے ہیں'' درکتاب فردوس دیلمی موضوعات و واہیات تو دہ تو دہ مذکور است انتہی کلامہ'' (رحمٰن علی، تذکرہ علمائے ہند: ص ۱۶۱)

مولوی نذیر حسین دہلوی کو چاہئے تھا کہ اس سے اگلی عبارت بھی ساتھ لکھ دیتے تا کہ پڑھنے والوں تک صحیح بات پہنچ جاتی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی کتاب ''بستان المحدثین'' کی اگلی عبارت یہ ہے!

''ان کے بیٹے شہردار دیلمی، حافظ ابوموسیٰ ابن المدینی اور حافظ ابوالعلاء حسن بن احمد عطار یہ سب ان سے روایت کرتے ہیں، ۹ر رجب ۵۰۹ھ میں ان کی وفات ہوئی، ان کے بیٹے شہردار بن شیرویہ دیلمی جن کی کنیت ابومنصور ہے، علم حدیث کی معرفت اور اس کے سمجھنے میں اپنے والد سے بہتر تھے، چنانچہ سمعانی بھی ان کی فہم اور معرفت کی شہادت دیتے ہیں نیز علم ادب اچھا جانتے تھے، پاک باز اور عابد تھے، زیادہ تر اپنی مسجد میں رہتے تھے، اکثر اوقات اسماع حدیث اور اس کے

لکھنے میں مشغول رہتے تھے، طلب علم میں اپنے والد کے شریک رہے، ۵۰۵ھ میں جب انہوں نے اصفہان کا سفر کیا تو یہ بھی ہمراہ تھے اور ۵۳۷ھ میں خود تنہا بغداد گئے اور اپنے والد کی وفات کے بعد بہت سے استادوں سے علم حاصل کیا، منجملہ ان کے مکی ابن المنصور الکرخی، ابو محمد نووی، اور ابو بکر احمد بن محمد ابن الحوبہ بھی ہیں، اور بعض دوسرے محدثین سے اجازت حاصل کی ہے، کتاب فردوس کی ترتیب اس وضع پر انہوں نے کی اور سندوں کو بڑی محنت سے فراہم کیا، جب یہ منقح اور مہذب ہو چکی تو ان کے بیٹے ابو مسلم احمد بن شہردار دیلمی اور ان کے بہت سے شاگردوں نے ان سے روایت کی، ۵۵۸ھ میں شہردار دیلمی کا انتقال ہو گیا، اس خاندان کا نسب فیروز دیلمی تک پہنچتا ہے، جو صحابی تھے اور اسود عنسی (کذاب) کے قاتل تھے، ان کے بارے میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فاز فیروز (فیروز کامیاب ہوئے) فرمایا تھا"۔ (دہلوی، مولوی نذیر حسین دہلوی، فتاویٰ نذیریہ [ج ۱]: ص ۲۴۳)

جب فردوس دیلمی کا یہ نسخہ منقح اور مہذب کیا ہوا ہے تو فضائل و اعمال میں اس کی احادیث قابل قبول ہیں۔ ایک اور افسوس ناک بات بھی ہے۔ احقر نے یہ بات ایک معاصر عالم سے سنی کہ "میں نے امام دیلمی علیہ الرحمہ کی کتاب "الفردوس" سعودی عرب سے اسی لئے خریدی کہ اس میں انگلیوں کے پورے چومنے والی حدیث ہے، مگر افسوس کہ مرتبین اور شائع کرنیوالوں نے وہ حدیث نکال دی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون .

مولوی نذیر حسین دہلوی آگے لکھتے ہیں!

"اور شیخ زادہ شارح وقایہ کا لکھنا اور فتاویٰ میں ذکر آنا اس کا معتبر اور مقبول نہیں، جب تک حدیث آئمہ اربعہ اور محدثین متقدمین کبار مثل صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ اور مسند دارمی اور مسند شافعی و مسند ابوداؤد الطیالسی و مسند امام اعظم و مسند امام احمد و مسند ابو یعلی موصلی و مسند ابو عوانہ و سنن کبریٰ بیہقی کہ دس جلد میں ہے و مسند مسلم و سنن سعید بن منصور و مصنف عبدالرزاق و مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ وغیرہ میں راویان ثقات معتبرین سے نہ پائی جاوے قابل تمسک اور عمل کے نہیں، جیسا کہ کتب اصول حدیث وغیرہ میں مذکور ہے، اور ظاہر ہے کہ حدیث تقبیل العینین کی کتب مذکورہ بالا میں منقول و مذکور نہیں ہیں، اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ جو حدیث میری مسند میں نہ پائی جاوے، وہ حدیث قابل حجت کے نہیں، اور مدار حدیث کا اوپر نقل محدثین نقاد کی کتب معتبر معمول بہ میں ہے کہ صدر اول سے لے کر آخر تک مشہور ہوئی ہو، اور حدیث تقبیل العینین کی صدر اول اور ثانی اور ثالث میں نہیں پائی گئی، اگر پائی جاتی تو محدثین کی کتب مرقومہ بالا میں مذکور ہوتی، اور مسند رویانی میں بھی اکثر واہیات مذکور ہیں، جیسے کہ موضوعات کبیر و تذکرہ نور الدین سے واضح ہوتا ہے، و جناب مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ در رسالہ عجالہ نافعہ می فرمایند کہ! (ترجمہ در حاشیہ)

"شاہ عبدالعزیز" عجالہ نافعہ" میں فرماتے ہیں، قبول حدیث کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ نقادان حدیث اس کتاب کو معتبر سمجھیں اور صاحب کتاب کے حدیث کے متعلق فیصلہ کو صحیح سمجھیں، فقہاء اس سے تمسک کریں اور کوئی اختلاف و انکار نہ کریں، چوتھے طبقہ کی وہ حدیثیں ہیں جن کا قرون اولیٰ میں نام و نشان نہ تھا، اور پچھلے لوگوں نے ان کو روایت کیا، یہ دو حال سے خالی نہیں ہے، یا تو سلف صالحین کو اس کا کوئی اصل نہ ملا کہ ان کی روایت میں مشغول ہوتے، یا اگر کوئی اصل ملا تو اس میں ایسی علتیں دیکھیں کہ ان کو چھوڑ دیا، دونوں صورتوں میں یہ روایتیں قابل اعتماد نہیں ہیں، اور اس قسم کی حدیثیں کئی کتابوں میں پائی جاتی ہیں، جن میں سے ابن حبان کی کتاب الضعفاء اور حاکم و فردوس دیلمی کی تصانیف ہیں" (دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث، بستان المحدثین: کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۹۸۴ء، ص ۱۶۲، ۱۶۳)

مولوی نذیر حسین دہلوی صاحب نے لکھا ہے کہ "شیخ زادہ اور شارح وقایہ کا لکھنا اور فتاویٰ میں ذکر آنا اس کا معتبر اور مقبول نہیں" اب فتاویٰ نذیریہ میں وہ سوال ہی درج نہیں جس میں شیخ زادہ اور شارح وقایہ کی عبارت ہو، لہذا مولوی نذیر

حسین کے فتویٰ کے اگلے حصہ پر بات کرتے ہیں، مولوی صاحب کی اگلی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو حدیث مشہور ومعتبر کتابوں میں درج ہو وہی قابل عمل ہے اور جو حدیث غیر مشہور کتابوں میں ہو قابل عمل نہیں ہے، اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے امام دیلمی کی کتاب ''فردوس'' کو طبقہ اربعہ (چوتھے طبقہ) کی کتابوں میں شمار کیا ہے اور اس طبقہ کی احادیث قابل اعتماد نہیں۔ مولوی نذیر حسین کے فتویٰ کا اگلا حصہ ہماری بحث سے متعلقہ نہیں اس میں مٹی کے ڈھیلوں پر قل ھواللہ پڑھ کر قبر میں رکھنے کے متعلق بحث ہے فتاویٰ نذیریہ کے اگلے صفحہ ۲۴۵ پر یہ فتویٰ ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا ہم اپنے متعلقہ حصہ کی عبارت کا ہی جواب دیتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث کو محدث حافظ ابو شجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی شافعی ہمدانی علیہ الرحمہ (متوفی ۵۰۹ھ) نے اپنی کتاب ''فردوس الاخبار'' میں روایت کیا ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''عجالہ نافعہ'' میں فرماتے ہیں کہ حدیث کی کتاب ''فردوس دیلمی'' یہ طبقہ رابعہ کی کتاب ہے (یعنی احادیث کی کتابوں میں یہ کتاب چوتھے درجہ کی کتابوں میں شمار کی جاتی ہے) اس کی حدیثیں اس قابل نہیں کہ کسی عقیدہ عمل (یعنی عقائد واحکام) کے ثبوت کے لئے انہیں دلیل بنایا جائے۔ (دہلوی، مولوی نذیر حسین دہلوی، فتاویٰ نذیریہ [ج ۱]: ص ۲۴۴)

پہلی بات یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ (پ ۱۱۱۴ھ/۱۷۰۲ء۔ ف ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) نے اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں کتب احادیث کے طبقات لکھے، آپ سے پہلے کسی عالم دین نے کتب احادیث کو طبقات میں تقسیم نہیں کیا، یہ لوگ غیر مقلد کہلانے کے باوجود اتنی اندھی تقلید کرتے ہیں کہ مکھی پہ مکھی مارتے چلے جاتے ہیں، حق بات یہ ہے کہ حدیث کی صحت کا دارومدار راویان حدیث پر ہے نہ کہ طبقات کتب حدیث پر، کسی حدیث کے راوی معتبر ہوں تو وہ حدیث کسی بھی کتاب میں ہو، معتبر ہوگی۔ مولوی نذیر حسین دہلوی نے جو یہ لکھا ہے کہ جو حدیث مشہور کتابوں میں نہ ہو وہ معتبر نہیں، مولوی صاحب کی یہ بات درست نہیں، غیر مقلدین نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں، یہ ضعیف حدیث کتاب ''صحیح ابن خزیمہ'' میں درج ہے، کتاب ''صحیح ابن خزیمہ'' عام لوگوں میں مشہور نہیں ہے، مولوی نذیر حسین دہلوی نے بھی اپنے فتویٰ میں جن کتابوں کے نام لکھے ہیں، ان میں بھی اس کتاب کا نام نہیں لکھا، تو پھر غیر مقلدین اس حدیث پر عمل کیوں کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا، اس حدیث کے ضعیف یا موضوع ہونے کی علامت نہیں، ان میں حسن، صحیح، صالح، ضعیف، باطل ہر قسم کی حدیثیں ہیں۔ حدیثوں کے اختلاط وعدم بیان کی وجہ سے جمہور محدثین کی عادت ہے کہ وہ ضعف قلیل کا احتمال کہہ دیتے ہیں، لہٰذا غیر ناقد کو کلمات ناقدین کے مطالعہ کے بغیر ان احادیث سے عقائد واحکام کے مسائل بیان نہیں کرنے چاہئیں، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے قول!

''ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثباتِ عقیدہ یا عملی بآنہا تمسک کردہ شود'' (دہلوی، شاہ عبدالعزیز، محدث، عجالہ نافعہ، کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۴ء، ص ۵) ترجمہ۔ یہ احادیث قابل اعتماد نہیں ہیں کہ ان سے عقیدہ وعمل میں استدلال کیا جاسکے۔

کا یہی مطلب ہے، کیونکہ حضرت شاہ صاحب اسی بحث میں آگے چل کر فرماتے ہیں!

''واستنباطِ احکام از آنہا لا طائل می نمایند'' (ایضاً ص ۶) ترجمہ۔ ان سے احکام کا استنباط کرنا مفید کام نہیں۔

خود شاہ صاحب اثباتِ عقیدہ وعمل یعنی احکام کا انکار فرما رہے ہیں اور شاہ صاحب کی یہ بات ان احادیث کے فضائل اعمال میں قابل قبول ہونے کے منافی نہیں ہے، کیونکہ فضائل کے بارے میں کسی ضعیف حدیث سے استناد کرنا کسی عقیدہ یا عمل کے لئے استدلال کرنا نہیں ہے، شاہ صاحب کی اس بات کا ہمارے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں۔

بعض کم علم لوگ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی عبارت میں ''عقیدہ وعمل'' کے الفاظ دیکھتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ

جناب! شاہ صاحب عقیدہ کے ساتھ عمل کا نام بھی لے رہے ہیں اور تم یہ عمل ہی کرتے ہو اور کیا کرتے ہو؟۔

عقیدہ وعمل میں، عمل سے احکام ہی مراد ہیں جیسے کہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی اپنی وضاحت اوپر گزر چکی ہے، شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی احادیث سے عقائد اور حلال حرام وغیرہ کے مسائل میں استدلال نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ عقائد واحکام میں تو صحیح احادیث ہی کام دیتی ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے خطیب بغدادی اور ابونعیم کی تصانیف کو طبقہ رابعہ میں شمار کیا ہے۔

(ایضاً ص ۵۔۶)

شاہ صاحب ''بستان المحدثین'' میں امام ابونعیم کی نسبت فرماتے ہیں!

''از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاست کہ نظیر آں در اسلام تصنیف نشدہ'' (دہلوی، شاہ عبدالعزیز، محدث، بستان المحدثین: ص ۱۱۵) ترجمہ۔ ان کی تصانیف میں سے حلیۃ الاولیاء ایسے نوادرات میں سے ہے جس کی مثل اسلام میں آج تک کوئی کتاب تصنیف نہ ہوئی۔

بستان المحدثین میں خطیب بغداد (متوفی ۴۶۳ھ) کی تصانیف کے متعلق لکھتے ہیں!

''کتاب اقتضاء العلم والعمل از تصانیف خطیب است بسیار خوب کتابے است در باب خود'' (ایضاً ص ۱۶۹)

ترجمہ۔ خطیب بغدادی کی کتب میں اقتضاء العلم والعمل اپنے فن میں بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔

بستان المحدثین ہی میں تصانیف امام خطیب بغدادی کے بارے میں لکھتے ہیں!

''التصانیف المفیدۃ التی بضاعۃ المحدثین وعروتھم فی فنھم'' (ایضاً ص ۱۸۸)

ترجمہ۔ فائدہ بخش تصنیفیں کہ فن حدیث میں محدثین کے لئے سرمایہ معلومات کا کام دیتی ہیں۔

دیکھئے کہاں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا ان طبقہ اربعہ کی کتابوں سے یہ حسن اعتقاد اور کہاں مولوی نذیر حسین دہلوی کا حضرت شاہ صاحب کے کلام کا غلط مطلب نکالنا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں اسی طبقہ رابعہ کے نسبت لکھتے ہیں!

''اصلح ھذہ الطبقۃ ما کان ضعیفا متحملا'' (دہلوی، شاہ ولی اللہ، محدث، حجۃ اللہ البالغہ [ج ۱]، لاہور، مکتبہ سلفیہ، ص ۱۳۵) ترجمہ۔ یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تر وہ حدیثیں ہیں جن میں ضعف قلیل قابل تحمل ہو۔

ظاہر ہے کہ ضعف قلیل والی حدیثیں فضائل میں بالاجماع مقبول کافی ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کا یہ حکم بھی انفرادی ہے ورنہ ان میں بھی بہت سی احادیث صحیح وحسن ملیں گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین'' میں لکھتے ہیں!

''جب علم حدیث دیلمی، خطیب اور ابن عساکر کے طبقہ تک پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ متقدمین علماء نے ایسی احادیث جو صحیح اور حسن تھیں کو محفوظ کردیا، لہذا انہوں نے ایسی احادیث جمع کیں جو ضعیفہ ومقلوبہ تھیں، جنہیں اسلاف نے عمداً ترک کیا تھا، ان کے جمع کرنے سے غرض یہ تھی کہ حفاظ محدثین ان میں غور تامل کر کے موضوعات کو حسن لغیرہ سے ممتاز کردیں گے، جیسا کہ اصحاب مسانید نے تمام طرق حدیث کو جمع کیا تا کہ حفاظ حدیث صحیح، حسن اور ضعیف کو ایک دوسرے سے ممتاز کردیں، دونوں فریقوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق اور کامیابی عطا فرمائی، بخاری، مسلم، ترمذی اور حاکم احادیث میں امتیاز کرتے ہوئے ان پر صحیح، حسن ہونے کا حکم لگایا، اور متاخرین نے خطیب اور ان کے طبقہ کے لوگوں کی احادیث میں تصرف کیا اور حکم لگایا، ابن جوزی نے موضوعات کو الگ کیا، امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں حسن لغیرہ، ضعیف اور منکر سے ممتاز کیا، خطیب اور ان کے طبقہ کے لوگوں نے اپنی کتب کے مقدمات میں ان مقاصد کی تصریح کی ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام کو نبی اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے‘‘۔(دہلوی، شاہ ولی اللہ، محدث، قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، لاہور، مکتبہ سلفیہ ، ص۲۸۲)

دیکھئے حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے کیسی تصریح فرمائی ہے کہ کتب طبقہ رابعہ میں نہ صرف ضعیف متحمل حدیثیں ہیں بلکہ حسن لغیرہٖ احادیث بھی موجود ہیں، جو کہ بلاشبہ خود احکام میں حجت ہیں، اور فضائل میں معتبر ہونے میں شبہ کی کیا بات ہوسکتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں ’’تفسیر عزیزی‘‘ اور ’’تحفہ اثنا عشریہ‘‘ میں طبقہ رابعہ کی احادیث سے استدلال کیا ہے، اب یا تو حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ معاذ اللہ خود اپنا کلام نہ سمجھے یا یہ خوف خدا سے بے خوف معترضین تحریف معنوی کر کے احادیث طبقہ رابعہ کو مہمل و معطل قرار دے کر حضرت شاہ صاحب کے سر تھوپ رہے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ تفسیر عزیزی میں آخر سورۃ فاتحہ میں لکھتے ہیں!

فارسی سے ترجمہ۔’’ابونعیم اور دیلمی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں قرآن کی دوسری سورۃ کافی نہ ہو وہاں فاتحہ کافی ہے‘‘۔(دہلوی، شاہ عبدالعزیز، محدث، تفسیر عزیزی، لال کنواں دہلی، ص۵۹)

یہیں اور روایات بھی ابن عساکر و ابو شیخ و ابن مردویہ و دیلمی وغیرہم جن کی کتابیں طبقہ اربعہ میں شمار ہیں سے تفسیر عزیزی میں مذکور ہیں۔مزید لکھتے ہیں!

فارسی سے ترجمہ۔’’ثعلبی نے شعبی سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے شعبی کے پاس آکر شکایت کی کہ مجھے درد گردہ ہے، انہوں نے فرمایا تو اساس القرآن پڑھ کر درد کی جگہ پر دم کر، اس نے عرض کیا کہ اساس القرآن کیا ہے؟ فرمایا سورۃ الفاتحہ‘‘۔(ایضاً)

تفسیر عزیزی سورۃ بقرہ، ذکر بعض خواص سور و آیات میں ہے!

فارسی سے ترجمہ۔’’ابن نجار نے اپنی تاریخ میں محمد بن سیرین سے روایت کیا کہ ایک حدیث میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو تینتیس آیات پڑھے گا اسے کوئی درندہ اور ڈاکو نقصان نہیں دے گا‘‘۔(ایضاً، ص۹۴)

تفسیر عزیزی ہی میں ہے!

’’ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان نصاریٰ کے بارے میں سوال کیا، الحدیث‘‘۔(ایضاً، ص۲۷۱)

تفسیر عزیزی آخر سورۃ و اللیل میں ہے!

’’حافظ خطیب بغدادی، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اقدس میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا کہ میرے بعد اس سے بہتر شخص اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا، اس کی شفاعت روز قیامت اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی طرح ہوگی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے‘‘۔(ایضاً، ص۳۰۶)

تفسیر عزیزی ہی میں حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ بحق حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبول ہونے کا واقعہ طبرانی معجم صغیر، حاکم، ابونعیم، اور بیہقی کے حوالے سے درج ہے۔ (دہلوی، شاہ عبدالعزیز، محدث، تفسیر عزیزی[ج ا]: کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۳۹۷ھ، ص۳۳۹)

ان حوالوں میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے ابونعیم، دیلمی، ابن جریر، خطیب بغدادی، ابوشیخ،

ابن نجار سے روایات نقل کی ہیں، جب کہ ان حضرات کی کتابیں طبقہ اربعہ میں شمار کی گئی ہیں، معلوم ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے نزدیک فضائل اعمال میں طبقہ اربعہ کی احادیث قابل قبول ہیں مگر عقائد واحکام میں نہیں، جیسا کہ انہوں نے خود اپنی کتاب ''عجالہ نافعہ'' میں وضاحت کردی ہے۔

فتاویٰ نذیریہ میں اسی مسئلہ پر دوسرے فتوے کا سوال اور جواب ملاحظہ فرمائیں!

سوال۔ بعض لوگ ناواقف علم حدیث جن کو صحیح اور سقیم اور ضعیف اور موضوع اور غیر موضوع میں کچھ امتیاز نہیں ہے، مؤذن سے اشھد ان محمدا رسول اللہ کے سننے کے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے ہیں اور اس فعل کو چند احادیث کتب طبقہ رابعہ سے حجت لا کر سنت جانتے ہیں، اس باب میں کتب معتبرہ سے جو صاف صاف حکم ہو ارشاد فرماویں، بینوا توجروا۔

الجواب۔ اس مقدمہ مذکور میں جتنی حدیثیں کہ مذکور ہیں، ان میں سے ایک بھی صحیح وثابت نہیں، اور نہ ان کا کسی معتمد کتاب میں پتہ ونشان پایا جاتا ہے، محققین ونقاد احادیث نے ان سب احادیث میں کلام کر کے تصریح غیر صحیح اور موضوع ہونے کی کردی ہے، تفصیل اس اجمال اور تشریح اس مقال کی یہ ہے کہ اول تو یہ سب حدیثیں کتب احادیث طبقہ اربعہ سے ہیں، اور اس طبقہ کی احادیث اس قابل نہیں کہ کسی عقیدہ اور عمل کے ثابت کرنے میں ان پر اعتماد کیا جاوے اور ان کو متمسک بہ ٹھہرایا جاوے، چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عجالہ نافعہ میں ارشاد فرماتے ہیں!

''طبقہ رابعہ احادیثے کہ نام ونشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نہ بود ومتاخرین آنرا روایت کردہ اند، پس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند آنہارا اصلے نہ یافتند تا مشغول بروایت آنہا می شدند یا یافتند دوران قدحے وعلتے دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہارا بر ترک روایت آنہا علی کل تقدیر این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عمل بآنہا کردہ شود'' انتہی کذافی بصارۃ العینین۔

(ترجمہ) چوتھے طبقہ کی وہ حدیثیں ہیں جن کا پہلے زمانہ میں نام ونشان نہ تھا اور متاخرین نے ان کو روایت کیا ہے، ان کا حال دو حیثیتوں سے خالی نہیں ہے، یا تو سلف نے ان کو پرکھا اور ان کا کوئی اصل نہ مل سکا کہ ان کی روایت کرتے، یا کوئی اصل تو تھا لیکن ان میں ایسے نقص دیکھے کہ ان کو چھوڑ دینا ہی مناسب معلوم ہوا، بہر حال وہ حدیثیں کسی طرح بھی اس قابل نہ تھیں کہ ان پر عقیدہ وعمل کی بنیاد رکھی جاتی۔ انتہی کذافی بصارۃ العینین۔ (دہلوی، مولوی نذیر حسین، فتاویٰ نذیریہ [ج ۱]: ص ۲۴۵-۲۴۶)

مولوی نذیر حسین دہلوی صاحب کے اس فتوے میں پہلے تو سوال ہی میں جھوٹا الزام ہے کہ انگوٹھے چومنے والے اسے سنت جانتے ہیں، اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ اہل سنت اس فعل کو نہ فرض جانتے ہیں، نہ واجب جانتے ہیں اور نہ سنت جانتے ہیں، صرف مستحب جانتے ہیں جس کے ترک پر کوئی گناہ نہیں، اگر کوئی کرے تو اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کی تعظیم کرنے کا ثواب ملے گا، فتویٰ نویسی اور انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ مولوی نذیر حسین کو چاہیئے تھا کہ اہل سنت کے مسلک کی وضاحت کرتے لیکن مولوی صاحب اور ان کے ماننے والے کبھی بھی مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ یا علمائے اہل سنت کی کتابوں کو ہاتھ لگانا تو درکنار کبھی ان کی طرف دیکھتے بھی نہیں، مطالعہ کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔

اب آیئے مولوی صاحب کے جواب کی طرف، مولوی صاحب جواب میں لکھتے ہیں کہ اس بارے میں جتنی حدیثیں ہیں ان میں ایک بھی صحیح وثابت نہیں اور نہ ان کا کسی معتمد کتاب میں نام ونشان ہے، محققین اور ناقدین نے ان کے غیر صحیح اور موضوع ہونے کی تصریح کردی ہے۔ مولوی صاحب یا ان کے ہم مسلک بتائیں کہ کون سے محدثین نے یہ حدیثیں لکھ کر ان کو موضوع کہا ہے، لایصح تو کہا مگر کسی نے موضوع نہیں کہا، ان میں غیر مقلدین کے امام شوکانی اور ناصر البانی دمشقی بھی ہیں، مولوی صاحب، شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی کتاب عجالہ نافعہ کے حوالے سے آگے لکھتے ہیں کہ یہ حدیثیں طبقہ رابعہ سے ہیں

اور یہ اس قابل نہیں کہ اس طبقہ کی احادیث پر عقیدہ وعمل ثابت کرنے میں اعتماد کیا جائے۔ اس اعتراض کا مفصل جواب آپ اوپر پڑھ چکے ہیں، مولوی نذیر حسین دہلوی نے یہ جواب مولوی بشیر الدین قنوجی غیر مقلد کی کتاب ''بصارۃ العینین'' سے نقل کیا ہے، جیسا کہ فتوے میں شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی عبارت کے بعد ''کذافی بصارۃ العینین'' لکھا ہے، جو کہ جعلی عبارتیں گھڑنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ مولوی نذیر حسین فتویٰ میں مسلسل آگے لکھتے ہیں!

''دوسرے یہ کہ علامہ شمس الدین ابوالخیر محمد بن وجیہ الدین عبدالرحمٰن سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اور شیخ الاسلام مترجم بخاری اور حسن بن علی ہندی اور ابن ربیع شافعی اور زرقانی مالکی اور محمد طاہر فتنی حنفی نے ان احادیث کو لایصح لکھا ہے اور لفظ لا یصح کا بمعنی ثابت نہ ہونے کے آتا ہے، چنانچہ علامہ محمد طاہر پٹنی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے قولنا لم یصح لایلزم منہ اثبات العدم وانما ھواخبارعن عدم الثبوت انتہی یعنی قول ہمارا لایصح نہیں لازم آتا ہے اس سے اثبات نہ ہونے کا، اور نہیں ہے وہ قول مگر خبر دیتا ہے نہ ثابت ہونے سے''۔ (ایضاً ص ۲۴۶)

مولوی نذیر حسین دہلوی صاحب لکھتے ہیں ہے کہ علامہ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اور شیخ الاسلام مترجم بخاری، حسن بن علی ہندی (غالباً مولوی حسن علی لکھنوی غیر مقلد) ابن ربیع شافعی، زرقانی مالکی، محمد طاہر فتنی حنفی نے ان احادیث کو لایصح لکھا ہے۔ تو عرض ہے کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ لایصح ہی لکھا ہے موضوع تو نہیں لکھا۔

اسی مذکورہ عبارت میں آگے لکھتے ہیں کہ ''اور لفظ لایصح کا بمعنے ثابت نہ ہونے کے آتا ہے، چنانچہ علامہ محمد طاہر پٹنی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے قولنا لم یصح لایلزم منہ اثبات العدم وانما ھواخبارعن عدم الثبوت انتہی یعنی قول ہمارا لایصح نہیں لازم آتا ہے اس سے اثبات نہ ہونے کا، اور نہیں ہے وہ قول مگر خبر دیتا ہے نہ ثابت ہونے سے۔

ہم سابقہ اوراق میں کتاب مجمع بحارالانوار سے علامہ طاہر محمد طاہر پٹنی کی مکمل عبارت اور اس کا ترجمہ نقل کر آئے ہیں، اس عبارت کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ لم یصح یا لایصح کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا وجود ہی ثابت نہیں بلکہ اس کا مطلب تو صرف اتنا ہے کہ اس حدیث کا درجہ صحت پر ہونا ثابت نہیں۔ مولوی صاحب کو آسان مفہوم لکھنا چاہیئے تھا۔

آگے لکھتے ہیں!

''در فردوس از حدیث ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ آوردہ کہ وے چوں می شنید قول مؤذن اشہدان محمدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وگفت ہم چنین وبوسید باطن انملہ دو انگشت سبابہ راومسح کرد بدان دو چشم خودرا پس فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسے کہ بکند مانند تو شفاعت بر واجب شدہ واز حسن بن علیؓ آرند ہر کہ بگوید نزد سماع این کلمہ از مؤذن مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبوسد دو ابہام خود ماو بگرداند آنرا بر دو چشم خود نابینا و درد چشم نہ شود ہر گز صحیح نہ شدہ نزد محدثین چیزے ازاں انتہی''۔

ترجمہ۔ مسند فردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب وہ مؤذن سے اشہدان محمدا رسول اللہ سنتے تو اپنی دونوں سبابہ انگلیوں کے پوروں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر لگاتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی تیری طرح کرے گا، اس کے لئے شفاعت واجب ہو جائے گی، اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو آدمی مؤذن سے یہ کلمہ سن کر کہے مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ اور اپنے انگوٹھوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر پھیرے تو وہ کبھی نابینا نہ ہوگا اور نہ کبھی اس کی آنکھیں دکھیں گی اور محدثین کے نزدیک یہ دونوں روایتیں قطعاً ثابت نہیں ہیں۔ (ایضاً ص ۲۴۶)

مولوی صاحب نے فتویٰ میں صرف شیخ الاسلام لکھا، یہ نہیں لکھا کہ یہ شیخ الاسلام مترجم بخاری کون ہیں، اور جو فارسی عبارت لکھی ہے، اس میں لفظ ہیں ''ہرگز صحیح نہ شدہ'' ترجمہ میں لکھا ''قطعاً ثابت نہیں''، بعض لوگ ''ثابت نہیں'' کے الفاظ دیکھ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ثابت نہیں سے مراد ہے کہ یہ حدیث ہی ثابت نہیں، تو قارئین یہ بات یاد رکھیں کہ ''ثابت نہیں'' سے مراد ''صحیح نہیں'' ہوتا ہے۔ بہر حال اس عبارت سے یہی ثابت ہوا کہ یہ حدیثیں صحیح نہیں، موضوع تو پھر بھی ثابت نہ ہوئیں۔

آگے لکھتے ہیں!

''اور حسن بن علی ہندی صاحب سبیل الجنان نے تعلیقات مشکوٰۃ المصابیح میں لکھا ہے کل ماروی فی وضع الا بہامین علی العینین عند سماع الشھادۃ من المؤذن لم یصح انتھی یعنی جو کچھ روایت کیا گیا ہے، مؤذن سے رکھنے انگوٹھوں میں آنکھوں پر وقت سننے کلمہ شہادت کے ثابت نہیں ہوا۔'' (ایضاً،ص ۲۴۷)

مولوی حسن بن علی ہندی غیر مقلد نے بغیر دلیل کے لکھ دیا کہ ثابت نہیں ہوا، بہ ہر حال موضوع ہونا ثابت نہ کر سکے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی آگے لکھتے ہیں!

''اور محمود احمد عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں بیچ باب ما یقول اذا سمع المنادی کے لکھا ہے یجب علی السامعین ترک عمل غیر الاجابۃ انتھی ملخصا یعنی اذان کے سننے والوں پر ہر کام چھوڑ دینا اور جواب دینا واجب ہے، اور یہ بھی شرح مذکور کے اس باب میں لکھا ہے، ینبغی ان لایتکلم السامع فی خلال الاذان والاقامۃ ولا یقرأ القرآن ولا یرد السلام ولا یشغل بشئی من الاعمال سوی الاجابۃ انتھی، یعنی لائق یہ ہے کہ نہ کلام کرے سننے والا درمیان اذان اور اقامۃ کے اور نہ پڑھے قرآن اور نہ سلام کرے اور نہ جواب سلام کا دے اور نہ مشغول ہو ساتھ کسی عمل کے سوا جواب دینے اذان کے''۔ (ایضاً،ص ۲۴۷)

علامہ عینی (پ ۷۶۲ھ۔ف ۸۵۵ھ) نے جو کچھ لکھا ہے کہ اذان سنتے وقت ہر کام چھوڑ کر اذان کا جواب دینا چاہیے، اہل سنت کب اس کے منکر ہیں، انگوٹھے چومنے کے عمل کو فقہاء نے اذان کے جواب ہی میں شامل کیا ہے، جیسا کہ ابتداء میں ہم نقل کر آئے ہیں۔

مولوی نذیر حسین آگے لکھتے ہیں!

''اور محمد یعقوب بنانی نے خیر جاری شرح صحیح بخاری میں بعد نقل عبارت عینی کے لکھا ہے واعلم انہ یستفاد من کلام العینی المذکور فیہ منع وضع الا بہامین علی العینین عند سماع اشھد ان محمدا رسول اللہ یعنی جان تو تحقیق مستفاد ہوتا ہے کلام عینی سے جو یہاں مذکور ہے منع ہونا رکھنے انگوٹھوں کا آنکھوں پر وقت سننے اشھد ان محمد رسول اللہ کے، اور علامہ ابو اسحاق بن عبد الجبار کابلی نے شرح رسالہ عبد السلام لاہوری میں لکھا ہے قد تکلموا فی احادیث وضع الا بہامین علی العینین فلم یصح شئی منھا بروایۃ ضعیفہ ایضا صرح بعضھم بوضع کلھا انتھی یعنی تحقیق کلام کیا ہے علمائے محدثین نے حدیثوں میں رکھنے انگوٹھوں کے آنکھوں پر، پس ثابت نہیں ہوا ہے کچھ ان میں سے ساتھ روایت ضعیفہ کے بھی اور اسی واسطے تصریح کی ہے بعض محدثین نے ساتھ موضوع ہونے کل ان احادیث کے، چنانچہ امام ابو الحسن عبد الغافر فارسی صاحب مفہم شرح صحیح مسلم اور مجمع الغرائب نے کتاب اقوال الاکاذیب میں لکھا ہے، بعد نقل احادیث فردوس دیلمی کے جو اس باب میں وارد ہیں لکھا ہے والروایات فی ھذا الباب کثیرۃ لا اصل لھا بسند ضعیف ایضا وقال ابو نعیم الاصفھانی ماروء فی ذلک کلہ موضوع انتھی، یعنی روایات چومنے انگوٹھے اور ان کے آنکھوں پر رکھنے کی بہت ہیں، مگر نہیں ہے کچھ اصل ان کی سند ضعیف سے بھی، اور فرمایا حافظ ابو نعیم اصفہانی نے کہ اس میں جو روایت کیا گیا ہے، سب موضوع ہے۔

اور امام جلال الدین سیوطی نے کتاب تیسیر المقال میں لکھا ہے والاحادیث التی رویت فی تقبیل الانامل وجعلھا علی العینین عند سماع اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المؤذن فی کلمۃ الشھادۃ کلھا موضوعات انتھی، یعنی جو حدیثیں مؤذن سے کلمہ شہادت سننے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر انگلیاں چومنے اور پھر ان کے آنکھوں پر پھیرنے کے بارہ میں روایت کی گئی ہیں سب موضوع ہیں، اور ایسا ہی امام مذکور نے کتاب الدرۃ المنتشرہ فی احادیث المنتشرہ میں لکھا ہے، انتھی مافی بصارۃ العینین ملخصا مختصرا۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ علمائے محدثین معتبرین کے نزدیک فعل مذکور ثابت وصحیح نہیں ہوا، اور کل احادیث جو اس

باب میں مذکور ہیں سب موضوع ہیں اور فعل مذکور ہرگز سنت و مستحب نہیں ہے، بلکہ بدعت و ممنوع ہے، چنانچہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتویٰ میں ارقام فرماتے ہیں!

''دروقت اذان سوائے جواب کلمات اذان چیزے ثابت نہ شدہ و دروقت ذکر نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوائے فرستادن درود سلام بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیز چیزے دیگر ثابت نہ شدہ و این عمل را روے احادیث معتبرہ در زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ثمانہ خلفائے راشدین نبودہ، پس این عمل را بوقت اذان یا بوقت شنیدن نا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنت یا مستحب دانستہ کردن بدعت است و ازین امر احتراز باید و آنچہ در بعضے کتب فقہ نویسند آن کتب چندان اعتبار ندارند انتہی بلفظہٖ ملخصاً۔

اور محدث لکھنوی مرزا حسن علی صاحب بھی اپنے فتویٰ میں اسی طرح لکھتے ہیں کہ ''این عمل ممنوع است، واز قبیل بدعت، وآنچہ درین باب حدیثے از جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درعمل کردن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نقل کنند موضوع است کذا ذکرہ الشیخ جلال الدین السیوطی وغیرہ من المحد ثین وبحسب روایات فقہ معتبرہ ہم اصلاً ثبوت ندارد انتہی بلفظہ ہکذافی بصارۃ العینین، واللہ اعلم بالصواب، حررہ السید محمد نذیر حسین عفی عنہ (ایضاً ص ۲۴۸۔۲۴۹)

فتاوی نذیریہ میں اس سے آگے بھی دو تین صفحوں پر ایک فتویٰ درج ہے مگر اس میں بھی یہی سابقہ حوالے دیئے گئے ہیں، لہٰذا اسے دہرانے کی ضرورت نہیں۔

اگر کسی وھابی دیوبندی میں جرأت ہے تو ان کتابوں کے یہ جھوٹے حوالے ثابت کرے، ورنہ آخرت کے عذاب سے ڈر کر مرنے سے پہلے اس جھوٹ سے توبہ کرلیں۔ خیر جاری شرح بخاری، شرح رسالہ عبدالسلام، اقوال الاکاذیب، تیسیر المقال، فتویٰ شاہ عبدالعزیز کتابیں کہاں ہیں؟ ان حوالوں کا عکس شائع کیوں نہیں کیا جاتا، امام سیوطی کی کتاب ''الدرۃ المنتشرہ'' تو عام دستیاب ہے، اس کے ترجمے بھی ہو چکے ہیں، اس کے کون سے مطبع، کون سے صفحہ اور کون سی سطر پر یہ حوالہ لکھا ہے؟ ان ایک جیسی عبارتوں سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ بناوٹی اور گھڑی ہوئی ہیں، محدثین امام سخاوی، علامہ طاہر پٹنی، ملا علی قاری، فقہاء علامہ طحطاوی، علامہ شامی وغیرہ نے کہاں لکھا ہے کہ یہ بدعت ہے۔ محدثین نے تو یہی لکھا کہ یہ حدیث درجہ صحت تک نہ پہنچی اور لکھا کہ اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئی ہیں، اور لکھا کہ اس پر عمل کے لئے خلفائے راشدین کا عمل کافی ہے، فقہاء نے لکھا کہ یہ عمل مستحب ہے۔

مولوی بشیر الدین قنوجی کی جھوٹے حوالوں سے مزین کتاب ''بصارۃ العینین'' کے بعد دیوبندی وھابی مولوی مکھی پہ مکھی مارتے چلے گئے اور بغیر تحقیق کے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب جھوٹا حوالہ درج کرتے رہے۔ یہی سارے حوالے مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی (سرگودھا۔ پاکستان) نے بغیر تحقیق کے اپنی کتاب خیر الکلام میں درج کردیئے اور ان کے جاہل حواری ان حوالوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔

مولوی ابوالقاسم رفیق دلاوری (۱۸۸۳۔۱۹۶۰ء) (شاگرد مولوی محمود حسن دیوبندی)، نماز کے موضوع پر اپنی کتاب ''عماد الدین'' میں اذان میں کلمہ اشھدان محمدا رسول اللہ سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانے کے متعلق لکھتے ہیں!

''یہ فعل خلاف سنت اور بدعت ہے''

''یہ تمام حدیثیں جھوٹی، من گھڑت اور وضعی ہیں ان میں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لفظ بھی نہیں، علامہ جلال الدین سیوطی نے تیسیر المقال میں لکھا ہے **والاحادیث التی رویت فی تقبیل الانامل وجعلھا علی العینین عند سماع السمہٖ صلی اللہ علیہ وسلم عن المؤذن فی کلمۃ الشھادۃ کلھا موضوعات**۔ مؤذن سے کلمہ شہادت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سننے کے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانے کے بارہ میں جو حدیثیں

روایت کی گئی ہیں وہ سب کی سب موضوع یعنی بناوٹی ہیں۔

قاضی محمد حسین، ساکن اچرا ضلع مالوان نے ۱۲۷۱ھ میں ایک کتاب ''منجی المومنین'' کے نام سے لکھی تھی جو ۱۳۰۰ھ میں لاہور میں طبع ہو کر شائع ہوئی، قاضی صاحب مرحوم اس کتاب میں بہت سے جلیل القدر علمائے ربانیین کے اقوال درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں!

امام شمس الدین سخاوی اور ابن طاہر فتنی اور ابن ربیع شافعی اور زرقانی مالکی اور حسن بن علی ہندی اور شیخ فتح محمد برہانپوری اور ملا علی قاری اور امام جلال الدین سیوطی اور ابو اسحٰق کابلی اور ابو الحسن عبد الغافر فارسی شارح صحیح مسلم اور شیخ الاسلام اور علامہ محمود بن احمد عینی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور مرزا حسن علی لکھنوی وغیرہ محدثوں کے کلام سے بخوبی ثابت ہے کہ جو احادیث انگوٹھے چومنے میں لائی جاتی ہیں وہ سب موضوع ہیں اور انگوٹھے چومنا ممنوع اور غیر مشروع ہے اور جن فقہاء نے موضوع حدیثوں سے حجت پکڑ کر اس فعل کو جائز کیا ہے ان کا قول قابل اعتبار اور لائق التفات نہیں ہے۔ (دلاوری، ابو القاسم رفیق، عماد الدین، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، س ن، ص ۱۲۲-۱۲۳)

مولوی رفیق دلاوری نے بغیر قرآن و حدیث میں ممانعت کی دلیل کے لکھ دیا کہ یہ خلاف سنت اور بدعت ہے، آخر اس فعل کے خلاف سنت اور بدعت ہونے پر کوئی ایک دلیل تو پیش کرنی چاہیئے تھی، آگے پھر وہی امام جلال الدین سیوطی کی طرف منسوب جعلی کتاب کا جعلی حوالہ لکھ دیا، پھر ایک گمنام مولوی قاضی محمد حسین کی کتاب ''منجی المومنین'' سن تالیف ۱۲۷۱ھ سے وہی حوالے درج کیے جن کی حقیقت پہلے واضح ہو چکی ہے، ان جعلی حوالوں کے خالق مولوی بشیر الدین قنوجی ۱۲۷۳ھ میں فوت ہوئے اور یہ کتاب ۱۲۷۱ھ میں لکھی گئی، یعنی یہ کتاب اسی دور کی پیداوار ہے، اور تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں جل بھن کر ویسے ہی جھوٹ بول دیا کہ امام سخاوی، ابن طاہر فتنی، ملا علی قاری، علامہ عینی وغیرہ کے کلام سے بخوبی ثابت ہے کہ یہ سب حدیثیں موضوع ہیں، کیا پوری دنیا میں کوئی دیوبندی ثابت کر سکتا ہے کہ ان علماء نے ان احادیث کو موضوع کہا ہے؟ ۔ایک حدیث کو من گھڑت ثابت کرنے کے لئے من گھڑت حوالوں اور من گھڑت کتابوں کا سہارا لینا وھابیوں کا آخری سہارا ہے، کیا صرف حدیث گھڑنا جرم ہے، اچھی بھلی حدیث کو من گھڑت کہنا جرم نہیں؟۔

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار ہی وار سے پار ہے
(بریلوی، امام احمد رضا خاں، حدائق بخشش: ص ۳۱۵)

مولوی محمد سرفراز خاں صفدر فاضل دیوبند (گوجرانوالہ، پاکستان) نے اپنی کتاب ''راہ سنت'' میں انگوٹھے چومنے کی مخالفت میں جو کچھ لکھا ہے ان کی ابتدائی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ!

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو پردہ خفا میں ہو، مگر کسی بھی صحیح روایت میں اس کا ذکر نہیں کہ اذان سنتے وقت انگوٹھے چومنے چاہئیں، اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے ہی محبت ہے تو اذان دینے والے کے منہ کو چومنا چاہیئے جس کے مبارک ہونٹوں اور زبان سے یہ مبارک نام نکلا ہے، اپنے انگوٹھے تو ہر وقت ساتھ ہی رہتے ہیں، نہ تو ان سے آپ کا اسم گرامی صادر ہوتا ہے اور نہ ان پر لکھا ہوا ہوتا ہے، جب اس فعل کا صحیح احادیث سے ثبوت ہی نہیں تو پھر اس کو کیسے دین کہا جا سکتا ہے اور کس طرح اس کو شعار دین بنانا درست ہے اور نہ کرنے والوں کو کیونکر ملامت کرنا روا ہے۔ (صفدر، سرفراز خاں، راہ سنت، گوجرانوالہ، ناشر، مکتبہ صفدریہ، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء، ص ۲۳۸-۲۳۹)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہم نے کب کہا ہے کہ یہ فعل صحیح حدیث سے ثابت ہے، رہی یہ بات کہ اذان دینے والے کے منہ کو کیوں نہیں چوما جاتا۔ مولوی صاحب کو پتہ ہے کہ ہم جس ضعیف حدیث سے انگوٹھے چومنے کا استدلال کرتے

ہیں اُس میں مؤذن کا منہ چومنے کا کوئی ذکر نہیں، مؤذن کا منہ تو فرشتے چومتے ہیں جس منہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ادا ہوتا ہے، مولوی صاحب کے پاس منع کی کوئی دلیل تو ہے نہیں خوامخواہ ہم کو عورتوں والے کوسنے دے رہے ہیں، ہمارے فقہاء کرام نے کبھی بھی اس فعل کو شعار دین قرار نہیں دیا، انہوں نے اس فعل کو مستحب قرار دیا ہے، انہوں نے تارک فعل پر بھی کبھی ملامت نہیں کی، البتہ اس فعل کے استحباب کا انکار اصول فقہ وحدیث سے بے خبر ہونے کا مظاہرہ ہے۔ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ ''ابر المقال'' میں لکھتے ہیں!

''اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انگوٹھوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا کسی صحیح حدیث مرفوع سے ثابت نہیں، یہ جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے کلام سے خالی، پس جو اس کے لئے ایسا ثبوت مانے یا اُسے مسنون جانے یا نفس ترک کو باعث زجر وملامت کہے، وہ بے شک غلطی پر ہے''۔ (بریلوی، امام احمد رضا، ابر المقال فی استحسان قبلة الاجلال، لاہور، نوری بکڈپو، س ن، ص ۱۶)

اس کے بعد بھی مولوی صاحب میں نہ مانوں کا راگ الاپتے رہیں تو یہ مرض لاعلاج ہے۔

مولوی صاحب آگے لکھتے ہیں!

''یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر چہ سابقہ شرطوں کے ساتھ فضائل اعمال میں عمل کرنا جائز اور مستحب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ موضوع نہ ہو، اگر روایت موضوع ہوگی تو ہرگز قابل عمل نہ ہوگی، حافظ ابن دقیق العیدؒ لکھتے ہیں!

وان کان ضعیفا لا یدخل فی حیز الموضوع فان احدث شعاراً فی الدین منع منہ وان لم یحدث فھو محل نظر (احکام الاحکام، ج ۱، ص ۵۱) یعنی اگر ضعیف حدیث ہو بشرطیکہ وہ موضوع نہ ہو، تو اس پر عمل جائز ہے لیکن اگر اس سے دین کے اندر کوئی شعار قائم اور پیدا ہوتا ہو تو اس سے بھی منع کیا جائے گا ورنہ اس پر غور کیا جائے گا۔

لیجئے یہاں ایک اور بات بھی حل ہوگئی وہ یہ کہ ضعیف حدیث اس وقت قابل عمل ہوگی جبکہ موضوع اور جعلی نہ ہو، اور ساتھ ہی وہ دین کا شعار اور علامت نہ ٹھہرائی گئی ہو، اگر دین کی علامت یا شعار کا خطرہ ہو تو اس سے بھی منع کیا جائے گا، اور اہل بدعت حضرات خیر سے ان چیزوں کو سنت اور حنفیت کا معیار قرار دیتے ہیں اور ان بدعات کو نہ کرنے والوں کو گستاخ اور وہابی کہتے ہیں، اور ان کے خلاف مقیاس حنفیت جیسی کتابیں لکھی جاتی ہیں، ایسی صورت میں بھلا یہ ضعیف روایتیں کیونکر حجت ہوسکتی ہیں؟ اور علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں!

یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا (القول البدیع ص ۱۹۵) کہ جائز اور مستحب ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ وہ موضوع اور جعلی نہ ہو۔

نیز لکھتے ہیں!

واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال (ص ۱۹۶) بہر حال موضوع حدیث تو اس پر کسی حالت میں عمل جائز نہیں ہے۔

خلاصہ یہ نکلا کہ فضائل اعمال میں ہر ضعیف حدیث قابل عمل نہیں ہے بلکہ اس کے لئے حضرات محدثین کے نزدیک چند شرطیں ہیں، اور جو حدیث موضوع اور جعلی ہو اس پر کسی حالت اور کسی صورت میں عمل جائز نہیں ہے، نہ فضائل اعمال میں اور نہ ترغیب وترہیب وغیرہ میں، اب بقائمی ہوش وحواس سن لیجئے کہ انگلیاں چومنے کی تمام حدیثیں صرف ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع اور جعلی ہیں۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں!

الاحادیث التی رویت فی تقبیل الانامل وجعلھا علی العینین عند سماع اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المؤذن فی کلمة الشھادة کلھا موضوعات انتہی (تیسیر المقال للسیوطیؒ بحوالہ عماد الدین طبع ۱۹۷۸ء، ص ۱۲۳) وہ حدیثیں جن میں مؤذن سے کلمہ

شہادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سننے کے وقت انگلیاں چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کا ذکر آیا ہے وہ سب کی سب موضوع اور جعلی ہیں۔

لیجئے اب تو قصہ ہی ختم ہوگیا، مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی (۱۹۰۶۔۱۹۷۱ء) کو یہ الفاظ دیکھ کر غور کرنا چاہئے کہ ''الحمد للہ کہ اس اعتراض کے پرخچے اُڑ گئے ہیں اور حق واضح ہوگیا''۔ (بلفظہٖ جاء الحق ص ۳۸۴) پرخچے کس کی دلیل کے اڑ گئے اور حق کس کی طرف سے واضح ہوگیا ہے؟ عیاں راچہ بیاں'' (صفدر، سرفراز خاں، راہ سنت، ص۲۴۲۔۲۴۳)

مولوی سرفراز خاں صاحب کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر چہ سابقہ شرطوں کے ساتھ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے اور مستحب ہے لیکن شرط یہ ہے موضوع نہ ہو۔

عرض ہے کہ انگوٹھے چومنے کی حدیث کا موضوع ہونا تو ثابت نہیں، لہذا یہ شرط تو ختم ہوگئی، اب اس پر عمل کرنے کی اور کیا شرطیں ہیں؟۔ وہ شرطیں مولوی سرفراز صاحب نے اپنی کتاب ''راہ سنت'' کے صفحہ ۲۴۱ پر امام سخاوی کی کتاب ''القول البدیع'' کے حوالے سے یہ نقل کی ہیں، پہلی شرط یہ کہ سخت ضعیف نہ ہو، یعنی اس میں کوئی راوی کذاب یا متہم بالکذب یا ایسا راوی نہ ہو جو زیادہ غلطی کا شکار ہوا ہو۔

مولوی صاحب بتائیں کہ اس کا کون سا راوی کذاب ہے؟ اس کے کس راوی نے حدیث میں جھوٹ بولا ہے اور اس کا جھوٹ ثابت ہو چکا ہے، ان شاء اللہ مولوی صاحب کبھی ثابت نہیں کر سکتے۔

دوسری شرط یہ نقل کی کہ کہ وہ عام قاعدہ کے تحت درج ہو، اس سے وہ خارج ہوگئی جس کی کوئی اصل نہ ہو اور محض اختراع کی گئی ہو۔ جن محدثین نے یہ حدیث نقل کی ان میں سے کسی نے نہ لکھا کہ یہ اختراع کی گئی ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ عمل کرتے وقت یہ اعتقاد نہ کرلیا جائے کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تاکہ آپ کی طرف ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو آپ نے نہیں فرمائی۔

اہل سنت کب کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کیونکہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو اور ضعیف کا درجہ اس سے کم ہے، علامہ طاہر پٹنی نے تذکرۃ الموضوعات، مطبوعہ ملتان، ص ۷ پر یہی لکھا ہے۔ ہم تو اسے ضعیف ہی مانتے ہیں، کیونکہ یہ درجہ صحت پر فائز نہیں ہے، اور ضعیف فضائل میں مقبول ہے۔

آگے مولوی سرفراز صاحب نے حافظ ابن دقیق مالکی (پ ۶۲۵ھ۔ف ۷۰۲ھ) علیہ الرحمہ کی عبارت لکھ کر کہا کہ ''لیجئے یہاں ایک اور بات بھی حل ہوگئی، وہ یہ کہ ضعیف حدیث اس وقت قابل عمل ہوگی جبکہ موضوع نہ ہو''۔

تو جناب کسی محدث نے اسے موضوع نہیں کہا صرف لا یصح یعنی یہ درجہ صحت کو نہ پہنچی کہا، تو اب آپ کے بقول یہ قابل عمل تو ہوگئی۔ الحمد للہ۔

پھر کہا کہ ''اور ساتھ ہی وہ دین کا شعار اور علامت نہ ٹھہرالی گئی ہو، اگر دین کی علامت یا شعار کا خطرہ ہو تو اس سے بھی منع کیا جائے گا، اور اہل بدعت حضرات خیر سے ان چیزوں کو سنت اور حنفیت کا معیار قرار دیتے ہیں اور ان بدعات کو نہ کرنے والوں کو گستاخ اور وہابی کہتے ہیں، اور ان کے خلاف مقیاس حنفیت جیسی کتابیں لکھی جاتی ہیں، ایسی صورت میں بھلا یہ ضعیف روایتیں کیونکر حجت ہوسکتی ہیں؟۔'' (ایضاً ص ۲۴۲)

منکرین جب دلائل سے عاجز ہو جاتے ہیں تو بہتان باندھتے ہیں کہ تم لوگوں نے اس عمل کو عقیدہ بنالیا ہے، اور جو یہ عمل نہ کرے اسے طعن کرتے ہو، وہابی کہتے ہو وغیرہ وغیرہ۔ اہل سنت پر یہ بہتان ہے، کبھی کسی نے دیکھا کہ اہل سنت اس مستحب عمل کے لئے بندوق لئے پھرتے ہوں کہ یہ عمل کرو، ورنہ تم کافر ہو، مشرک ہو، بدعتی ہو؟۔ ہاں منکرین نے حدیث سے ثابت اس عمل کو اپنی پرانی عادت کے مطابق دھونس دھاندلی سے بدعت اور موضوع کہا، اس عمل کو مستحب ماننا اہل سنت کا

شعار ہے، جس طرح اس کو گناہ ماننا وہابیوں کا شعار ہے، کسی اہل سنت عالم دین نے اسے سنت نہیں کہا اور نہ ہی اس فعل کے کرنے کو حنفیت کا معیار قرار دیا، ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ علمائے اہل سنت اسے صرف مستحب کہتے ہیں، مستحب پر عمل نہ کرنے والا گنہگار اور قابل ملامت نہیں، ہاں ایک جائز اور مستحب عمل کو خواہ مخواہ سینہ زوری اور جھوٹے حوالوں سے ناجائز کہنے والے ضرور قابل ملامت ہیں، گستاخ ہیں، وہابی ہیں کیونکہ ایسی جاہلانہ حرکتیں وہی کرتے ہیں۔ مولوی سرفراز صاحب کو ''وہابی'' کہلانے سے گھبرانا نہیں چاہیئے کیونکہ اکابر علمائے دیوبند مولوی منظور نعمانی اور مولوی ذکریا سہارنپوری اپنے بارے میں بڑی صفائی سے کہتے ہیں کہ ہم بڑے سخت ''وہابی'' ہیں۔ (حسنی، محمد ثانی، سوانح مولانا محمد یوسف: لاہور، ناشران قرآن لمیٹڈ، ص ۱۹۱۔ ۱۹۳)

مولوی سرفراز صاحب نے آگے امام سخاوی علیہ الرحمہ کے حوالے سے یہ لکھ کر کہ فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب میں ضعیف حدیث پر عمل جائز اور مستحب ہے مگر موضوع نہ ہو، پھر لکھا کہ ہر ضعیف حدیث قابل عمل نہیں، محدثین نے اس کے لئے چند شرائط لکھی ہیں اور جو حدیث موضوع اور جعلی ہو اس پر کسی حالت اور کسی صورت میں عمل جائز نہیں، اب بقائمی ہوش وحواس سن لیجئے کہ انگلیاں چومنے کی تمام حدیثیں صرف ضعیف ہی نہیں بلکہ موضوع اور جعلی ہیں۔ اور آگے وہی موضوع اور جعلی حوالہ دیا کہ امام جلال الدین سیوطی لکھتے کہ انگلیاں چومنے کی ساری حدیثیں موضوع اور جعلی ہیں، اب مولوی صاحب کے پاس اس بات کا ثبوت تو تھا نہیں لہذا اپنے ہی ہم مسلک کی کتاب ''عماد الدین'' (از مولوی رفیق دلاوری دیوبندی) کا حوالہ لکھ دیا، تحقیق کی دنیا میں ایسے جھوٹے حوالوں کی کوئی اہمیت نہیں۔

جن محدثین نے انگوٹھے چومنے کی حدیث نقل کی ہے ان میں امام حافظ شمس الدین سخاوی علیہ الرحمہ کا سن وفات ۹۰۲ھ ہے، علامہ شیخ ابن طاہر فتنی گجراتی علیہ الرحمہ کا سن وفات ۹۸۶ھ ہے، ملا علی بن سلطان قاری الہروی علیہ الرحمہ کا سن وفات ۱۰۱۴ھ ہے اور امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا سن وفات ۹۱۱ھ ہے۔ حافظ شمس الدین سخاوی اور امام سیوطی ہم عصر ہیں، امام سخاوی نے اپنی کتاب مقاصد حسنہ میں انگوٹھے چومنے کی تقریباً ساری روایتیں نقل کی ہیں، لیکن ایسی کوئی بات نہیں کی کہ یہ تمام حدیثیں موضوع ہیں۔

امام سخاوی کے بعد علامہ ابن طاہر نے کتاب تذکرۃ الموضوعات اور مجمع بحار الانوار میں انگوٹھے چومنے کی حدیث نقل کی لیکن اس حدیث کو موضوع نہیں کہا، ان کی وفات امام سخاوی اور امام سیوطی کے بعد ۹۸۶ھ میں ہوئی، گویا کہ ایک بزرگ سے ۸۴ سال بعد اور دوسرے بزرگ سے ۷۵ سال بعد علامہ ابن طاہر کی وفات ہوئی، تو ان کو تو ضرور چاہیئے تھا کہ اس حدیث کے متعلق اتنی اہم بات کو اپنی مشہور کتاب ''تذکرۃ الموضوعات'' میں نقل کرتے، مگر اس کتاب میں اس حدیث کے موضوع ہونے کا کہیں نشان نہیں ملتا۔

ان کے بعد ۱۰۱۴ھ میں ملا علی قاری کی وفات ہے یعنی علامہ ابن طاہر کی وفات کے ۲۸ سال بعد، آپ نے بھی اسی موضوع پر ایک کتاب ''موضوعات کبیر'' لکھی، لیکن امام سیوطی کی وفات کے ۱۰۳ بعد تک بھی ملا علی قاری یا کسی اور محدث نے اس حدیث کو موضوع نہیں لکھا، غیر مقلدین کے امام شوکانی (متوفی ۱۲۵۵ھ) نے اپنی کتاب ''فوائد المجموعہ فی بیان احادیث الموضوعہ'' میں انگوٹھے چومنے کی حدیث لکھ کر صرف لا یصح کہا، کہیں بھی تیسیر المقال کا جعلی حوالہ نہیں دیا اور نہ اسے موضوع لکھا، مشہور غیر مقلد ناقد ناصر البانی دمشقی (متوفی ۱۹۹۹ء) نے اسی موضوع پر کتاب ''سلسلہ احادیث الضعیفہ والموضوعہ'' لکھی، اس میں انگوٹھے چومنے کی حدیث بھی لکھی مگر اس میں صرف ضعیف ہی کہا، جعلی کتاب تیسیر المقال کے حوالے سے موضوع نہیں لکھا۔ بس یہ حوالہ پورے عالم اسلام میں قاضی بشیر الدین قنوجی یا مولوی رفیق دلاوری کو یا پھر مولوی سرفراز صفدر اور مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی کو ہی اپنے گھر میں ایک دوسرے سے ملا ہے۔

پھر یہ جھوٹا حوالہ لکھ کر کہتے ہیں کہ!

''لیجئے اب تو قصہ ہی ختم ہوگیا، مفتی احمد یار خان صاحب کو ان الفاظ پر غور کرنا چاہئے کہ ''الحمدللہ کہ اس اعتراض کے پر نچے اڑ گئے اور حق واضح ہوگیا'' (بلفظہٖ جاء الحق ص ۳۸۴)۔ پرنچے کس کی دلیل کے اڑ گئے اور حق کس کی طرف واضح ہوگیا ہے؟ عیاں راچہ بیاں''۔

مولوی سرفراز صاحب نے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب جھوٹا حوالہ لکھ کر مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ کا مذاق اڑایا کہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ نے اعتراض کے کیا پرنچے اڑانے تھے، ہم نے اپنے ہی ہم مسلک مولوی رفیق دلاوری کی کتاب سے بناوٹی حوالہ دے کر مفتی صاحب کی دلیل کے پرنچے اڑا دیئے، لہذا یہ بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی کہ حق کس کی طرف واضح ہوگیا ہے۔

مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمہ کے دلائل تو اُسی طرح قائم ہیں اور حق تو صاف واضح ہے۔ مولوی سرفراز صاحب کی گوز شتر سے کسی کے کیا پرنچے اڑنے ہیں، مولوی سرفراز صاحب کے مضمون میں تان اسی پر ٹوٹتی ہے کہ امام جلال الدین نے تیسیر المقال میں لکھ دیا کہ انگوٹھے چومنے کی ساری حدیثیں جعلی اور موضوع ہیں، مولوی صاحب میں جرأت ہے تو قاضی بشیر الدین قنوجی کے گھڑے ہوئے اس جھوٹے حوالہ کو ثابت کردیں۔ ورنہ جھوٹ کے سہارا لے کر لوگوں کو گمراہ نہ کریں۔

قاضی محمد یونس انور، خطیب مسجد شہداء، قائداعظم روڈ (مال روڈ) لاہور اپنی جیبی سائز کتاب ''نماز مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' میں انگوٹھے چومنا کے عنوان سے حاشیہ میں لکھتے ہیں!

علامہ عینی حنفیؒ شرح بخاری میں لکھتے ہیں ''اذان سننے والوں کو اجابت کے علاوہ سب کام چھوڑ دینے چاہئیں، علامہ یعقوب بنانیؒ شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ علامہ عینی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اشہدان محمد رسول اللہ سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنا منع ہے۔ بحوالہ خیر الکلام ص ۲۰، (نوٹ) انگوٹھے چومنے کے جواز میں جملہ روایات موضوع (من گھڑت) ہیں، علامہ شامی حنفیؒ فرماتے ہیں ''اس بارے میں جتنی مرفوع حدیثیں ہیں ایک بھی صحیح نہیں۔ شامی ص ۲۶۷۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں ''جن روایات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنے کا ذکر ہے وہ سب کی سب موضوع و من گھڑت ہیں (تیسیر المقال)

ملا علی قاری نے موضوعات کبیر ص ۱۰۸ اور المصنوع فی احادیث الموضوع ص ۲۵ میں علامہ محمد بن طاہرؒ نے خلاصہ تذکرۃ الموضوعات برحاشیہ المصنوع فی احادیث الموضوع ص ۸ میں حافظ سخاویؒ نے مقاصد حسنہ ص ۳۸۵ میں ان روایات کو موضوع (من گھڑت) لکھا ہے، علامہ اسحٰق کابلیؒ نے شرح عبدالسلام لاہوری میں لکھا ہے کہ انگوٹھے چومنے کا ثبوت کسی ضعیف روایت سے بھی نہیں ملتا، یہی وجہ ہے کہ علماء نے صاف کہہ دیا کہ یہ روایات من گھڑت ہیں (بحوالہ خیر الکلام ص ۲۲)

(انور، محمد یونس، نماز مصطفےٰ: لاہور، مرکز اشاعت التوحید والسنۃ، ص ۳۰)

قارئین انصاف سے فیصلہ فرمائیں کیا ان حوالوں میں وہی مکھی پر مکھی نہیں ماری گئی جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں، محدثین نے کہاں لکھا ہے کہ انگوٹھے چومنے کے جواز میں جملہ روایات موضوع (من گھڑت) ہیں؟ یہ اس لئے لکھ دیا گیا کہ قاضی محمد یونس انور لاہور میں ایک مشہور اور اہم جگہ کی مسجد کے خطیب ہیں اور وہاں بڑے بڑے لوگ اور آفیسر جمعہ پڑھنے آتے ہیں، لہذا یہ کب غلط لکھ سکتے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض کم علم یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، جس میں انگوٹھے چومنے کا ذکر ہے، حدیث ملا علی قاری کی کتاب ''موضوعات کبیر'' اور علامہ محمد طاہر فتنی گجراتی علیہ الرحمہ کی کتاب ''تذکرۃ الموضوعات'' میں درج

ہے، اگر یہ حدیث موضوع نہ ہوتی تو کتب موضوعات میں اس کو کیوں شامل کیا جاتا؟۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ کتب موضوعات میں کسی حدیث کا درج ہونا اُس کے موضوع ہونے کے لئے لازمی نہیں، احادیث موضوعہ کے بیان میں جو کتابیں تالیف ہوئیں ان کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہیں جن کے مصنفین نے خاص موضوعات ہی کا التزام کیا ہے، جیسے ''موضوعات ابن جوزی'' و ''اباطیل جوزقانی'' اور ''موضوعات صنعانی''، ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہ یہی بتائے گا کہ اس کے مصنف کے نزدیک موضوع ہے جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کردی ہو، ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتاب موضوعات میں ذکر کیوں کرتے، پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے ورنہ تحقیق نظر سے دیکھا جائے تو عدم صحت بھی ثابت نہ ہوگا نہ کہ ضعف، ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار، بہت احادیث حسان وصحاح بھی بھر دی ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکم وضع لگا دیا ہے، جسے آئمہ محققین اور ناقدین نے دلائل کے ساتھ باطل کردیا، جس کا بیان کتاب ''مقدمہ ابن الصلاح'' و''تقریب امام نووی'' و ''الفیہ امام زین الدین عراقی'' و''فتح المغیث'' از امام سخاوی وغیرہا کی تصانیف سے اجمالاً اور ''تدریب الراوی'' از علامہ جلال الدین سیوطی میں قدرے مفصل درج ہے، اور علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب ''تعقبات علی الموضوعات'' اور ''لآلی المصنوعہ'' اور ''القول الحسن فی الذب عن السنن'' اور حافظ ابن حجر نے ''القول المسدد فی الذب عن مسند احمد'' میں نہایت تفصیل سے واضح اور روشن بیان ہے، علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے ''تدریب الراوی'' میں لکھا کہ ابن جوزی نے اور تصانیف تو درکنار خود صحاح ستہ ومسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہہ دیا۔

دوسری قسم وہ ہے جن کا قصد صرف موضوع احادیث درج کرنا نہیں بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق وتنقیح ہوتا ہے، جیسے امام سیوطی کی کتاب ''لآلی المصنوعہ''۔ امام سیوطی علیہ الرحمہ ''لآلی المصنوعہ'' کے خطبہ میں فرماتے ہیں!

(ترجمہ) ''ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کردی ہیں کہ آئمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی، مدت سے میرے دل میں تھا کہ اس کا خلاصہ کروں اور اس کا حکم پرکھوں تو اب میں حدیث ذکر کرکے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو اعتراض ہوگا بتاؤں گا''۔ (سیوطی، امام جلال الدین، لآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعہ [ج ا]: ص ۲)

شوکانی کی کتاب ''فوائد مجموعہ'' بھی اسی دوسری قسم کی ہے، خود اس نے اسی کتاب کے خطبہ میں اس بارے میں تصریح کی ہے کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنہیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضعف بھی خفیف ہے بلکہ اصل میں ضعف بھی نہیں، حسن ہیں یا صحیح ہیں تاکہ اہل تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اس کے رد کی طرف اشارہ ہوجائے۔ شوکانی نے یہ بات اپنی کتاب ''الفوائد المجموعہ'' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ص ۴ پر لکھی ہے، تو معترضین کا یہ کہنا کہ حدیث تقبیل ابہامین شوکانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتا، کیسی جہالت ہے۔

علامہ محمد طاہر پٹنی گجراتی علیہ الرحمہ کی کتاب ''تذکرۃ الموضوعات'' اور ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی کتاب ''موضوعات کبیر'' بھی قسم ثانی کی کتب میں شامل ہیں، علامہ محمد طاہر پٹنی اپنی کتاب میں ہر طرح کی حدیث لائے ہیں، کسی کو ''موضوع'' کہا ہے، کسی کو ''لم یجد'' کسی کو ''منکر'' کسی کو ''لیس بثابت'' کسی کو ''لا یصح'' کسی کو ''ضعیف'' کسی کو ''مؤول'' کسی کو ''رجالہ ثقات'' کسی کو ''لا باس بہ'' کسی کو ''صححہ فلاں'' کسی کو ''صحیح'' فرماتے ہیں، انگوٹھے چومنے والی حدیث بھی نہیں میں سے ہے جسے ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صرف لا یصح کہا۔ (ملخصاً منیر العین از امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ)

مولوی نذیر حسین دہلوی نے بھی اپنے فتاویٰ میں ایک حدیث کے متعلق ضعیف کہہ کر لکھا کہ ابن جوزی نے اسے ویسے ہی موضوع لکھ دیا۔ (فتاویٰ نذیریہ، جلد اول، ص ۳۰۵)

مذہبی خود کُشی

منکرین کے پاس انگوٹھے یا انگلیوں کے پورے چومنے کی ممانعت میں کوئی دلیل تو ہے نہیں، جھوٹے حوالے گھڑ کر بغیر ثبوت کے کہہ دیا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور موضوع حدیث سے تو کسی طرح استدلال ہو ہی نہیں سکتا، اب ذرا آنکھیں کھلی رکھیئے اور مذہبی خودکشی کی مثال ملاحظہ فرمائیے!

منکرین کے نزدیک مولوی اسماعیل دہلوی کا جو مقام ہے، وہ سب جانتے ہیں، ان کی کتابوں کا پڑھنا، رکھنا ان کے نزدیک عین اسلام ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی ایک چھوٹی سی کتاب ''اصول فقہ'' ہے، مولوی ابویحیٰ امام خاں نوشہروی غیر مقلد اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں!

''اصول فقہ'' مطبوعہ مجتبائی پریس دہلی، صفحات ۳۶ (۱۸۹۵ء) میں طبع ہو چکا ہے، اس میں مسائل فقہ گونہ ایجاز و اختصار کے ساتھ اس طرح جمع فرمائے ہیں جن سے بلا مبالغہ تشبیہ کہا جا سکتا ہے کہ دریا کوزہ میں بند کر دیا ہے، اور اپنے ان صفات کے اعتبار سے، اصول شاشی، منار اور حسامی کے متون سے زیادہ مفید و انفع ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض مدارس عربیہ میں بطور نصاب داخل ہے۔ (نوشہروی، ابویحیٰ امام خاں، تراجم اہل حدیث ہند، دہلی، ۱۹۳۸ء، ص ۹۴)

مولوی اسماعیل دہلوی اپنی کتاب ''اصول فقہ'' میں لکھتے ہیں!

''والموضوع لایثبت شیًا من الاحکام نعم قد یوخذ فی فضائل ماثبت فضلہ بغیرہ تائیدا او تفضیلا''۔ (دہلوی، محمد اسماعیل، اصول فقہ، لاہور، دائرۃ المعارف، ص ۸)

ترجمہ۔ اور موضوع حدیث سے احکام میں سے کچھ ثابت نہ ہوگا، ہاں فضائل میں اس کو (حجت) پکڑا جائے گا، جو فضیلت کہ اس کے بغیر کسی اور دلیل سے ثابت ہو چکی ہو تو اس کو تائیداً یا تفضیلاً کے طور پر حجت پکڑی جائے گی۔

ایک طرف تو سینہ زوری سے جھوٹ بول کر انگوٹھے چومنے کی احادیث کو موضوع کہا جا رہا ہے اور یہ تأثر دیا جا رہا ہے کہ موضوع حدیث سے ایسے بچو جیسے چھوت کی بیماری سے بچا جاتا ہے، دوسری طرف ان کے امام فرما رہے ہیں کہ فضائل میں اس کو حجت پکڑا جائے اور تائیداً موضوع حدیث سے دلیل پیش کی جا سکتی ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر کر خودکشی پر مجبور کر دیا۔

انگوٹھے چومنے کی تائید علمائے دیوبند کے قلم سے

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب اپنی آخری تصنیف ''بوادر النوادر'' میں مقاصد حسنہ از امام سخاوی سے انگوٹھے چومنے کی احادیث بیان کر کے لکھتے ہیں!

''اگر یہ عمل باعتقاد ثواب اور دین کا کام سمجھ کر کیا جاوے جس کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہوئی تو بدعت اور زیادت فی الدین ہے (کیونکہ غیر دین کو دین سمجھنے کا یہی حکم ہے) اور اس زمانہ میں جو لوگ یہ عمل کرتے ہیں ان میں اکثر کا (عام طور سے) یہی اعتقاد ہے، سو اس کے بدعت ہونے میں کوئی شک نہیں اور اگر صحت بدنیہ (یعنی حفاظت چشم) کی نیت سے کیا جاوے وہ ایک قسم کی طبی تدبیر ہے، سو وہ فی نفسہٖ جائز ہے (کیونکہ یہ اعتقاد فاسد نہیں) لیکن اگر یہ سبب ہو جائے ایہام قربت کا جیسا عوام زمانہ سے یہی احتمال غالب ہے تو اس سے مطلقاً بطور انتظام منع''۔ (تھانوی، اشرف علی، بوادر النوادر: مقدمہ و حواشی، مفتی محمد شفیع، لاہور، ادارۂ اسلامیات، ذیقعد ۱۴۰۵ھ/اگست ۱۹۸۵ء، اول، ص ۴۰۹)

مولوی اشرف علی تھانوی کی تحریر سے یہ بات سامنے آئی کہ عقیدہ اور احکام میں یہ احادیث کام نہیں دیتیں، اگر یہ عمل

باعتقاد اور دین کا کام سمجھ کر کیا جائے تو یہ بدعت ہے، ہم گذشتہ صفحات میں یہ واضح کر آئے ہیں کہ ان احادیث سے عقیدہ واحکام میں نہیں بلکہ فضائل اعمال میں عمل کرنا جائز وثابت ہے، تھانوی صاحب کو جب اہل سنت کے موقف کا ہی علم نہیں تو اپنی طرف سے مسلمانوں پر بدگمانی کا کیا جواز ہے؟ جو کہ اسلام میں منع ہے۔ ذوالخویصرہ والی پرانی بیماری کی وجہ سے فضائل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو ان احادیث پر دل نہیں مانا لیکن اسے صرف آنکھوں کے حفاظت کی طبی تدبیر مان لیا، چلو یہ ہی سہی، مگر اس پر عمل کہاں؟ ۔محدثین جنھوں نے اس بارے میں احادیث نقل کی ہیں، ان کے دور میں بھی، ان سے پہلے بھی ان پر عمل ہوتا تھا، جیسا کہ علامہ ابن طاہر پٹنی علیہ الرحمہ نے لکھا کہ اس کے تجربہ کی روایت بکثرت آئی ہیں، لیکن انہوں نے عوام کے عمل پر اعتقاد کا شک نہیں کیا، اور نہ عوام کو اس عمل سے روکا، نہ بدعت کا فتویٰ دیا اور نہ ہی کوئی بدگمانی کی، پتہ نہیں منکرین کے دل میں کس سے بخار ہے۔

مفتی محمد تقی عثمانی دیوبندی (ولادت: ۱۹۴۳ء) اپنی کتاب ''بدعت ایک سنگین گناہ'' میں ''انگوٹھے چومنا کیوں بدعت ہے؟'' کا عنوان دے کر لکھتے ہیں!

'' آپ نے مسجد سے اذان سنی، اور اذان کے اندر جب ''اشھدان محمداًرسول اللہ'' سنا، آپ کے دل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا داعیہ پیدا ہوا، اور محبت سے بے اختیار ہو کر آپ نے انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگالئے تو بذات خود یہ عمل کوئی گناہ اور بدعت نہیں، اس لئے کہ اس نے یہ عمل بے اختیار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کیا، اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عظمت ایک قابل تعریف چیز ہے اور ایمان کی علامت ہے، اور انشاء اللہ اسی محبت پر اجر وثواب ملے گا، لیکن اگر کوئی شخص ساری دنیا کے لوگوں سے یہ کہنا شروع کر دے کہ جب کبھی اذان میں ''اشھد ان محمدارسول اللہ'' پڑھا جائے، تو تم سب اس وقت اپنے انگوٹھوں کو چوما کرو اس لئے کہ اس وقت انگوٹھوں کو چومنا مستحب یا سنت ہے اور جو شخص انگوٹھوں کو نہ چومے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا نہیں ہے، تو وہی عمل جو محبت کے جذبے سے بالکل جائز تھا اب بدعت بن گیا۔ اس میں باریک فرق ہے کہ اگر یہ جائز عمل صحیح جذبے سے کیا جارہا ہے اور اس میں خود ساختہ کوئی قید نہیں ہے تو وہ بدعت نہیں ہے۔ جب اسی عمل کو اپنے اوپر لازم کر لیا، یا اس کو سنت سمجھ لیا، اور اگر کوئی دوسرا شخص وہ عمل نہ کرے تو اس کو مطعون کرنا شروع کر دیا، بس وہی عمل بدعت بن جائے گا''۔ (عثمانی، محمد تقی، بدعت ایک سنگین گناہ: کراچی، میمن اسلامک پبلشرز، ص ۳۸) (ایضاً، بدعت ایک گمراہی: لاہور، ادارۂ اسلامیات، ۱۹۸۸ء، ص ۳۳-۳۴)

محمد تقی عثمانی صاحب نے یکسر بات ہی بدل دی کہ کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں بے اختیار کوئی عمل کرے تو اس کو اجر ملے گا، لیکن وہ اس عمل کے لئے لوگوں کو کہے کہ یہ عمل سنت یا مستحب ہے اور اسے نہ کرنے والا گستاخ ہے تو اس کا یہ عمل بدعت ہو جائے گا۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں ضعیف حدیث موجود ہے، اور ضعیف حدیث فضائل میں مقبول ہے، انگوٹھے چومنے کو فرض، واجب اور سنت نہیں کہا جاتا ہے، فقہاء نے اسے مستحب لکھا ہے جیسا کہ سابقہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں، علمائے دیوبند نے بھی اسے مستحب ہی لکھا ہے، اس کے بارے حوالے آگے آرہے ہیں، اس پر عمل نہ کرنے والوں کو مطعون بھی نہیں کیا جاتا، بلکہ جھگڑا تو اس بات کا ہے کہ ایک عمل جائز طریقے سے ثابت ہے، پھر اسے ناجائز طریقوں اور جھوٹے حوالوں سے بدعت کیوں کہا جاتا ہے؟ ۔تقی عثمانی صاحب کو اس بارے میں بات کرنی چاہئے تھی لیکن انہوں نے اور داؤ کھیلا اور اصل مسئلے کی طرف آئے ہی نہیں، چلو حدیث شریف کی طرف سے آنکھیں پھیر کر محبت میں انگوٹھے چومنا تو مان ہی لیا۔

مولوی پالن حقانی گجراتی کاٹھیاواڑی دیوبندی اپنی بے ربط کتاب ''شریعت یا جہالت'' میں لکھتے ہیں!

''(انگوٹھے چومنے) کے لئے لڑائی جھگڑا کرنا یا کرانا اور لوگوں کو انگوٹھے چومنے پر مجبور کرنا اور انگوٹھے نہ چومنے والوں کو حقیر نظروں سے دیکھنا، یا اسلام سے خارج سمجھنا اسلام کے سراسر خلاف ہے''۔ (حقانی گجراتی، محمد پالن، شریعت یا جہالت: لاہور، مکتبہ خلیل ص ۳۴۸)

پالن حقانی صاحب کو انگوٹھے چومنے کے خلاف کوئی دلیل نہیں ملی تو انہوں نے اہل سنت پر جھوٹے الزام تراش دیئے، ہم اس کے جواب میں یہی کہیں گے کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے، اگر یہ جواب برا لگے تو پالن حقانی صاحب کو چاہیئے کہ یہ الزام اہل سنت کی کتابوں سے ثابت کردیں۔

پالن حقانی صاحب آگے لکھتے ہیں!

''انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا سنت یا واجب یا فرض نہیں ہے بلکہ آپ اس کو درجہ بھی دیں گے تو مستحب، مستحسن یا مباح کے سوا کچھ بھی نہیں دے سکتے اور جس مباح کا یہ حال ہو کہ سنت، واجب اور فرض تو بر سرعام ترک ہو رہے ہوں لیکن اس مباح کو چھوڑنا سنت، واجب اور فرض سے بھی زیادہ برا سمجھتے ہوں تو اس وقت اس مباح پر عمل کرنے کے لئے ہمارے علمائے حنفیہ کا فتویٰ سنیئے، جس مباح کو سنت یا واجب سمجھ لیا جائے وہ مکروہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری''۔ (ایضاً)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ جب پالن حقانی صاحب نے خود ہی انگوٹھے چومنے کو مستحب، مستحسن اور مباح مان لیا ہے تو باقی ساری تقریر ان کی فضول ہے، کیا سارے دیوبندی سنت، واجب اور فرائض پر کاربند ہیں، کیا وہ نمازوں کے تارک نہیں؟ کیا وہ دفتروں میں رشوت نہیں لیتے؟ کیا شادی بیاہ کی رسموں اور دوسرے مباح کاموں کو فرائض وسنن سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے؟۔

پالن حقانی صاحب آگے لکھتے ہیں!

''انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانے کی جو حدیث ہے وہ بناوٹی ہے، لیکن صحیح حدیثوں پر کچھ غور اور فکر نہیں کرتے جن سے درود شریف کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے''۔ (ایضاً)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ پالن حقانی صاحب کے نزدیک جب یہ حدیث بناوٹی ہے تو انگوٹھے چومنا مستحب، مستحسن اور مباح کیسے ہوگیا؟ اسے تو بدعت اور ممنوع ہونا چاہیئے۔ ہمیں انتظار رہے گا کہ پالن حقانی یا علمائے دیوبند اس گھتی کو سلجھائیں گے۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ صحیح حدیثوں پر کچھ غور فکر نہیں کرتے جن سے درود شریف پڑھنا ثابت ہے۔ تو عرض ہے کہ پالن حقانی صاحب کو حنفی مذہب کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ احناف کا صحیح مذہب کیا ہے۔ مذہب حنفی کی معتبر کتاب ''شامی'' کے متعلق دیوبندیوں کے امام مولوی رشید احمد گنگوہی کا ایک واقعہ کتاب ''ارواح ثلاثہ (حکایات اولیاء) میں اس طرح درج ہے

کہ انہوں نے مولوی محمد یحییٰ کاندھلوی کو کہا فلاں مسئلہ شامی میں دیکھو! مولوی صاحب نے عرض کیا حضرت وہ مسئلہ شامی میں تو ہے نہیں، فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے، لاؤ شامی اٹھاؤ، شامی لائی گئی......شامی کے دو ثلث اوراق دائیں جانب کرکے اور ایک ثلث بائیں جانب کرکے اس انداز سے کتاب ایک دم کھولی اور فرمایا کہ بائیں طرف کے صفحے پر نیچے کی جانب دیکھو، دیکھا تو وہ مسئلہ اسی حصے میں موجود تھا۔ (تھانوی، اشرف علی، ارواح ثلاثہ: ص ۳۱۰)

اس حوالے کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شامی ان کے ہاں مانی ہوئی فتوے کی کتاب ہے تبھی تو زبانی یاد کررکھی ہے، اسی شامی میں لکھا ہے!

''پہلی شہادت سن کر صلی اللہ علیک یارسول اللہ اور دوسری شہادت سن کر قرۃ عینی بک یارسول اللہ کہنا مستحب ہے، پھر

دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر ، ایسا کرنے والے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے"۔(شامی ، ابن عابدین شامی ، ردالمختار حاشیہ علی الدرالمختار: بیروت ، ص ۲۶۷، باب الاذان)

حنفی مذہب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنے کے اسی طریقے پر ہم کاربند ہیں، اس میں درود شریف پڑھنے کی ہدایت بھی کی گئی ہے اور انگوٹھے چومنے کی بھی، لہٰذا پالن حقانی صاحب کا یہ اعتراض بھی ختم ہوگیا کہ انگوٹھے چومنے کی بجائے درود شریف پڑھنا چاہیئے۔

مفتی عبدالرشید دیوبندی، مدرسہ تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی لکھتے ہیں!

"انگوٹھے چومنا۔ اگر اس کو بطور رقیہ وعمل کوئی کرے تو گنجائش ہے اور شاید ابتداء اس کی اسی طرح سے ہوئی ہو۔ ھذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔(عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی)۔(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی، نگران شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، مدیر سجاد بخاری، شمارہ جون ۱۹۶۹ء، ص ۴۸)۔(عبدالرشید، مفتی، مشمولہ، تعلیم القرآن (ماہنامہ): راولپنڈی، جون ۱۹۶۹ء، ص ۴۸)

وہی پرانی قلبی شقاوت کہ انگوٹھے چومنا بطور تعظیم نہیں بلکہ آنکھوں کی حفاظت کے لئے بطور "رقیہ" (منتر) کیلئے گنجائش ہے۔

مفتی عبدالرحمٰن دیوبندی، جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں!

"سوال۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیں تو صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر انگوٹھے چوم سکتے ہیں، اس بارے میں وضاحت فرمادیں؟۔

جواب۔ اگر اس کو دین کا جزبنا کر کرے تو ناجائز ہے لیکن بطور علاج کے ایسا کرنا جائز ہے جیسا کہ حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (پ ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء۔ف ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء) نے ارشاد فرمایا۔(عبدالرحمٰن، مفتی، دینی مسائل (کالم)، مشمولہ، جمعہ میگزین، روزنامہ جنگ، لاہور، ۸ر ستمبر ۱۹۸۹ء)

مولوی عبدالشکور فاروقی لکھنوی (۱۲۹۳۔۱۳۸۱ھ) اپنی کتاب "علم الفقہ" میں لکھتے ہیں!

"اذان سننے والے کو مستحب ہے کہ پہلی مرتبہ اشھد ان محمدا رسول اللہ سنے تو یہ بھی کہے صلی اللہ علیک یارسول اللہ اور جب دوسری مرتبہ سنے تو اپنے دونوں ہاتھ کے انگوٹھوں کے ناخنوں کو آنکھ پر رکھ کر کہے قرۃ عینی بک یارسول اللہ اللھم متعنی بالسمع والبصر"۔(فاروقی لکھنوی، عبدالشکور، علم الفقہ [حصہ دوم]، کراچی، دارالاشاعت، س ن، ص ۱۵۹)

چند اعتراضات کے جوابات

اعتراض۔ انگوٹھے چومنے کو کبھی نہ چھوڑنا اس بات کی دلیل ہے کہ ایسا کرنے والے اسے واجب یا سنت مؤکدہ سمجھتے ہیں، ورنہ وہ ایسا نہ کرتے اور کبھی ترک کردیتے، مگر وہ ایسا نہیں کرتے، معلوم ہوا کہ وہ اسے واجب یا سنت مؤکدہ سمجھتے ہیں۔

جواب۔ اہل سنت اس فعل کو مستحب سمجھتے ہیں ، واجب یا سنت مؤکدہ نہیں سمجھتے ، اور اگر اس فعل پر ہمیشہ عمل بھی کریں تو مستحب کو مستحب سمجھنے کے لئے کبھی کبھی ترک کردینا ضروری نہیں بلکہ اسے مستحب سمجھنا ہی کافی ہے، جس کا تعلق اعتقاد کے ساتھ ہے، جیسے ہم فرضوں کے آگے پیچھے غیر مؤکدہ سنتیں اور نوافل پڑھتے ہیں اور ہمیشہ پڑھتے ہیں، کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا کہ نوافل اور غیر مؤکدہ سنتیں ہمیشہ کیوں پڑھتے ، یہ تو تم واجب اور مؤکدہ سمجھ لئے ہیں، اس سلسلے میں پڑھنے والوں کے اعتقاد کو مدنظر رکھا جاتا ہے اور کبھی بھی انہیں ان کے ترک کرنے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔

حدیث شریف میں مستحب عمل کو دائمی طور پر ہمیشہ کے لئے کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر قرار دیا، چنانچہ

بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وامام احمد نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"ان احب الاعمال الی اللہ ادومہ وہ ان قل" یعنی اللہ تعالیٰ کو سب سے پسند وہ عمل ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ نفلی کام اور مستحب عمل جو ہمیشہ کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔

معترضین کا یہ کہنا کہ کسی عمل کو ہمیشہ کرنا وجوب پر دلالت کرتا ہے، اس حدیث کی روشنی میں غلط ہو کر رہ گیا، یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے نبی کی شان ہے کہ وہ جس عمل کو مواظبت اور ہیشگی سے کرتے وہ بالعموم اس کے وجوب کی دلیل ہوتا، امتی کی یہ شان نہیں کہ وہ جس فعل کو ہمیشہ کرے تو وہ اس کے وجوب کی دلیل ہو یا وجوبِ اعتقاد کو ظاہر کرتا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے "ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث" (بخاری، جلد۲، ص ۸۹۶) بدگمانی سے دور رہو بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔

جب ایک جائز کام کو دلیل شرعی کے بغیر خواہ مخواہ دھونس دھاندلی سے ناجائز بتایا جارہا ہو تو وہاں اہل حق کو اس کام کے جواز کی شد و مد کے ساتھ اشاعت کرنی چاہئیے، چنانچہ اس سلسلے میں ایک فقہی مسئلہ کی مثال پیش ہے!

فقہاء فرماتے ہیں کہ یوں تو حوض کی نسبت نہر سے وضو کرنا افضل ہے لیکن معتزلہ جو مسلمانوں کا ایک گمراہ فرقہ ہے وہ حوض سے وضو کے قائل نہیں، اس لئے ان کی تذلیل کے لئے نہر کے ہوتے ہوئے حنفی کو حوض سے وضو کرنا افضل ہے۔

التوضؤ من الحوض افضل من النہر رغما للمعتزلۃ۔ (درمختار، ص ۲۳) یعنی معتزلہ فرقے کی تذلیل وتوھین کی غرض سے نہر کی نسبت حوض سے وضو کرنا افضل ہے۔

امام ابن الہمام فرماتے ہیں! التوضی بماء الحوض افضل من النہر لان المعتزلۃ لا یجوز ونہ من الحیاض فیر غمہم بالوضؤ منہا۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ، جلد ۱، ص ۸۲) یعنی نہر کی نسبت حوض سے وضوء بہتر ہے کیونکہ معتزلہ فرقہ حوض سے وضو کو جائز نہیں مانتا تو ان کی تذلیل کے لئے حوض سے ہی وضو کرے۔

منکرین انگوٹھے چومنے کے مستحب اور جائز کام کو بغیر کسی دلیل کے منع کرتے ہیں، تو اب اہل سنت کو چاہئیے کہ اذان واقامت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر ضرور انگوٹھے چوما کریں۔

اعتراض۔ امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی سے قرآن مجید کی ان پانچ آیتوں کے بارے میں پوچھا گیا جن میں حضرت نبی کریم ﷺ کا نام مبارک آتا ہے کہ ان آیات کو سن کر انگوٹھے چومنے چاہئیں یا نہ؟ تو امام بریلویت جواب دیتے ہیں کہ پنج آیت کے وقت اس فعل (یعنی انگوٹھے چومنے) کا ذکر کسی کتاب میں نہ دیکھا گیا اور فقیر (احمد رضا خان بریلوی) کے نزدیک یہاں بربنائے مذہب ارجح واصح غالباً ترک زیادہ انسب والیق ہونا چاہئیے۔ (ابر المقال ص ۱۲)

امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی کا "پنج آیت" کے وقت انگوٹھے چومنے کے فعل کو ترک کرنے کو انسب اور مذہب ارجح واصح کہنا کس اصول پر مبنی ہے۔

پنج آیت کی تلاوت کے وقت حضرت نبی کریم ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنے کے فعل کو ترک کرنے کے بارے مین انسب والیق کہہ کر امام بریلویت احمد رضا خان بریلوی نے شان رسالت میں کس قدر گستاخی کا ارتکاب کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ امام بریلویت کو حضرت نبی کریم ﷺ کی ذات پاک کی محبت کے غلبہ کا دعویٰ محض زبانی تھا اور دل میں محبت نہ تھی، ورنہ یہ لفظ کبھی نہ کہتا۔ (ملخصاً) (نیلوی محمد حسین، خیر الکلام: ص ۴۴-۴۵)

اس کے جواب میں عرض ہے کہ اہل سنت قرآت قرآن کے وقت "انصتوا" کے قرآنی حکم کی وجہ سے ساکت وصامت رہنے کو ترجیح دیتے ہیں، اور الیق وانسب جانتے ہیں، کہاں انصتوا کا قرآنی حکم اور کہاں مسند الفردوس دیلمی کی موقوف روایت، الغرض جہاں دلیل مافوق موجود ہو تو وہاں ہم استحباب واباحت کا قول نہیں کرتے، لہٰذا جتنی قیاس آرائیاں

کی جارہی ہیں وہ سب فضول ہیں اوران قیاس آرائیوں کی غرض وغایت بظاہر تو یہی نظر آتی ہے کہ اس بابرکت نام کو جو اہمیت ومقبولیت حاصل ہے، اس کو کم کیا جائے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

بعض حفاظ ختم اور فاتحہ خوانی میں آیت '' ما کان محمد'' پڑھ کر انگوٹھے چومنے کے لئے وقف کرتے ہیں اور پھر آیت کا اگلا حصہ ''ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین '' پڑھتے ہیں، ایسا نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ آیت کو مسلسل پڑھنا چاہیئے اور وقف نہیں کرنا چاہیئے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی عبارت کے اصل الفاظ درج ذیل ہیں!

''بیچ آیت کے وقت اس فعل کا ذکر کسی کتاب میں نہ دیکھا گیا، اور فقیر کے نزدیک یہاں بر بنائے مذہب ارجح واصح غالباً ترک زیادہ انسب والیق ہونا چاہیئے۔ والعلم بالحق عند الملک العلام الجلیل'' (بریلوی، امام احمد رضا، ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال: ص ۱۸)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ آیات قرآنیہ پڑھتے وقت اس فعل کا ذکر کسی کتاب میں نہیں دیکھا، صحیح اور راجح مذہب کی بنا پر اس کو ترک کرنا زیادہ مناسب اور زیادہ لائق ہونا چاہیئے۔ بتایئے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا گستاخی ہے؟ ۔ اجابت اذان کے وقت اس فعل کو کرنا فقہاء نے مستحب لکھا ہے، اس لئے ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔

مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی نے اپنی کتاب ''خیر الکلام'' کے صفحہ ۱۲۸ پر ''لا یصح بمعنی موضوع'' کے عنوان سے ''تذکرۃ الموضوعات'' اور ''اسنی المطالب'' کے حوالوں سے لکھا کہ محدثین نے لا یصح کا مطلب موضوع لیا ہے۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہر جگہ لا یصح کا مطلب موضوع نہیں ہے، ورنہ درج ذیل لا یصح کا مطلب کیا ہوگا، مثلاً ملا علی قاری لکھتے ہیں!

''قال اسحاق بن راھویہ لا یصح فی فضل معاویۃ بن ابی سفیان عن النبی علیہ السلام شیٔ'' (قاری، ملا علی، موضوعات کبیر: کراچی، نور محمد کارخانہ، س ن، ص ۱۶۹)

یعنی محدث اسحاق بن راہویہ کا قول ہے کہ معاویہ بن ابو سفیان کی فضیلت میں کچھ بھی نبی علیہ السلام سے صحیح نہیں، یعنی لایصح فی المرفوع فی فضلہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں ایک بھی مرفوع حدیث صحیح نہیں۔

اب بتایئے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں جو حدیثیں پائی جاتی ہیں اُن کے متعلق لکھا ہے'' لا یصح ''۔ تو یہاں لا یصح کا کیا معنی کروگے؟ ۔ لا یصح کے لفظ سے اگر تقبیل ابہامین کے ''پرخچے اڑتے ہیں'' تو شان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، کیسے سلامت رہتی ہے؟ واضح ہوا کہ ''لا یصح'' سے حسن ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

مولوی محمد حسین نیلوی اپنی کتاب خیر الکلام میں لکھتے ہیں!

''حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی سن کر تو تعظیم وادب اور عقیدت ومحبت سے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر پھیرتے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کا نام مبارک سن کر عقیدت ومحبت اور تعظیم وادب سے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر نہیں پھیرتے، کیا حضرت نبی کریم ﷺ کے نام مبارک کی اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کے نام سے بھی زیادہ تعظیم واحترام ہے''۔ (نیلوی، محمد حسین، خیر الکلام: ص ۵۹)

اس جاہلانہ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنا ضروری ہوجاتا ہے، لیکن مولوی صاحب یا ان کے متبعین کہیں دکھا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جل جلالہٗ وغیرہ کہنا ضروری ہو، یہ ضروری تو کیا سنت بھی نہیں بلکہ مستحب ہے، کیا اس سے لازم آئے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اللہ تعالیٰ کی شان سے بڑھ گئی؟ ہرگز نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انگوٹھے چومنے کے متعلق حدیث ضعیف سے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام چومنے کے

متعلق کوئی حکم نہیں، دوسرے یہ کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے نور مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھنے کی تمنا کی تو وہ نور ان کے انگوٹھوں کے ناخنوں میں چمکایا گیا، انہوں نے فرط محبت سے ان ناخنوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ (انجیل برنباس)

مولوی نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ اس عمل کو نصاریٰ کے عقیدے سے اخذ کیا گیا ہے، اور اس عمل میں مسیحوں سے مشابہت ہے اس لئے یہ عمل مکروہ ہے۔ (ایضاً ص ۸۹)

مولوی صاحب سے سوال ہے کہ انجیل سے تو حضور ﷺ کے آنے کی بشارت کے حوالے بھی ملتے ہیں، ان کو اپنی تائید میں کیوں پیش کرتے ہو؟ کیا وہ نصاریٰ کا عقیدہ نہیں؟۔ مزید گذارش ہے کہ عیسائی مذہب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنے کو صحیح نہیں مانا جاتا، تو ثابت ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنے والے عیسائیوں سے مشابہت نہیں رکھتے بلکہ مخالفین انگوٹھے نہ چومنے کی بنا پر عیسائیوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی لکھتے ہیں!

''غیر مسلموں کی بات کو اپنی تائید میں پیش کرنا کوئی گناہ نہیں ہے، مگر سوال یہ ہے کہ اصل چیز کسی معقول طریقہ سے اسلام سے بھی تو ثابت ہو، جب انگوٹھے چومنے کی سب حدیثیں ہی موضوع اور جعلی ہیں تو پھر اصل کیا اور اس کی تائید کیا؟''۔ (صفدر، سرفراز خاں، راہ سنت: ص ۲۴۵)

ایک دیوبندی مولوی دوسرے دیوبندی مولوی کی تغلیط کر رہا ہے، ایک کہہ رہا ہے کہ عیسائیوں کی کتابوں سے حوالہ نہیں لینا چاہئیے، دوسرا کہتا ہے کہ حوالہ لینا کوئی گناہ نہیں۔ رہی یہ بات کہ یہ سب حدیثیں موضوع اور جعلی ہیں، تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ مولوی سرفراز نے جس حوالے سے انگوٹھے چومنے کی حدیثوں کو موضوع اور جعلی کہا ہے، وہ حوالہ ہی خود موضوع اور جعلی گھڑا ہوا ہے، ہم تو پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ مولوی سرفراز یا کسی دیوبندی میں ہمت و جرأت ہے تو اس حوالے کو صحیح ثابت کر دیں۔

مولوی محمد حسین نیلوی دیوبندی کی کتاب کا نچوڑ اور آخری سوال

مولوی صاحب لکھتے ہیں!

''آخر میں مجوزین تقبیل ابہامین سے ہمارا ایک سوال ہے کہ مؤذن جب اذان میں اشہد ان محمدا رسول اللہ کہتا ہے تو خود اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر کیوں نہیں پھیرتا، کیا مؤذن کو اس کی ممانعت ہے، اسی طرح قرآن مجید میں چار جگہ حضرت نبی کریم ﷺ کا نام مبارک محمد اور ایک جگہ احمد آتا ہے، تو کیا تراویح میں قرآن مجید سنانے والا اور اس کے مقتدی ان پانچ مقامات پر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر پھیرتے ہیں، اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے، ہمارے اس سوال کا جواب دے کر شکریہ کا موقع دیجئے، ہم جواب کے منتظر رہیں گے۔'' (نیلوی، محمد حسین، خیر الکلام: ص ۱۴۴)

اس سوال کے جواب میں عرض ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکور ہے کہ وہ اذان کہتے ہوئے کانوں میں انگلیاں ڈالتے تھے (ترمذی شریف، حدیث نمبر ۱۹۸)، پس مؤذن کے لئے کانوں میں انگلیاں رکھنا سنت ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے یہ حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھیں۔ (بخاری شریف حدیث نمبر ۷۴۰) امام اور مقتدی کے لئے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ ''نہج السلامہ فی حکم تقبیل الابہامین فی الاقامہ'' (۱۳۳۳ھ) میں فرماتے ہیں!

"نماز واستماع قرآن مجید واستماع خطبہ جن میں حرکت منع ہے اوران کے امثال مواضع لزوم محذور کے سوا جہاں کہیں بھی یہ فعل بنظر تعظیم ومحبت حضرت رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ ہو جیسا کہ بعض محبان سرکار سے مشہور ہے، بہرحال محبوب ومحمود ہے"۔ (بریلوی، امام احمد رضا، فتاویٰ رضویہ (جدید)، ج ۵، رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء، ص ۶۵۲)

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اس عبارت میں صاف لکھ رہے ہیں کہ حالت نماز میں، قرآن مجید سنتے وقت اورخطبہ سنتے وقت نام اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانے کا فعل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ان مواضع ومواقع میں کسی بھی قسم کی حرکت کرنا منع ہے، یا تو یہ لوگ علمائے اہل سنت اورامام احمد رضا بریلوی کی کتابیں پڑھتے ہی نہیں اور اہل سنت کا موقف جانتے ہی نہیں، تبھی جہالت کی بنا پر ایسے اعتراض کرتے ہیں، یا پھر جان بوجھ کر فضائل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں ایسا کرتے ہیں۔

معلوم نہیں کہ مدرسہ دیوبند میں کون یہ تعلیم دے رہا کہ سنت فعل کو چھوڑ کر مستحب فعل یا مباح فعل کو اختیار کیا جائے، نیلوی صاحب کی پوری کتاب کا نچوڑ یہ آخری سوال تھا جس کی بنیاد نص کے مقابلے پر قیاس پیش کرکے استوار کی گئی تھی اور اس میں ان کا کوئی قصور نہیں، کیونکہ جس نے سب سے پہلے نص کے مقابلے پر قیاس کیا تھا، یہ قوم اسی کی خوشہ چین ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین